شخصیت مسیح بائبل کے آئینے میں

تالیف

محمد نواز فیصل آبادی

متعلم جامعہ دارالعلوم کراچی

مقدمہ

تمہید

مقصد

اختتامیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض حال

اَلْحَمْدُ لولیہٖ والصلوٰۃ والسلام علی نبیہٖ وعلی اٰلہٖ وأصحابہٖ: امّابعد

زیرِنظر کتاب ''شخصیتِ مسیح ؑ بائبل کے آئینہ میں'' اس وجہ سے مرتب کی گی ہے کہ عیسائی مشنریاں دن رات سادہ لوح مسلمانوں کو دینِ اسلام سے ہٹا کر بے دین بنانے کی فکر میں لگی ہوئی ہیں، دعویٰ یہ ہے کہ ہم دین عیسوی اور حضرت عیسیٰ علیہ اسلسلام کی صحیح ترجمانی کررہے ہیں، تو دل چاہا کہ اس دعویٰ کے تانے بانے کی خبر لی جائے کہ یہ کس حد تک سچا ہے، اور ان عقائد کو اور اس کے نتیجہ کو منظر عام پر لایا جائے، تا کہ وہ سادہ لوح مسلمان جوان لوگوں کے ورغلانے سے اسلام کے بارے میں شکوک وشبہات رکھتے ہیں اس بات کا فیصلہ کرسکیں کہ حق کیا ہے؟ اور اس بات کا بھی پتہ چل جائے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں یہ لوگ جو اعتقادات رکھتے ہیں ان سے حضرت مسیح علیہ السلام کی تعظیم ہوتی ہے یا توہین، اور یہ بات بھی معلوم ہوجائے کہ دینِ اسلام ہی واحد دین ہے جو خرافات سے بری ہے۔

ہمارے ملک میں چونکہ چار قسم کی بائبل موجود ہیں، اور چاروں میں اختلاف پایا جاتا ہے، اس لئے اس بات کی وضاحت کردینا بھی ضروری ہے کہ مسیحی عقائد کے رد میں ہم نے جو حوالے بائبل سے نقل کئے ہیں ان میں سے اکثر حوالے اس بائبل کے ہیں جو کہ بائبل سوسائٹی، انارکلی لاہور نے ۲۰۰۱ء میں شائع کی ہے، کچھ حوالے دوسری بائبلوں کے ہیں۔

حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں جو عبارات ہم نے نقل کی ہیں ان سے ہمارا مقصود حضرت مسیح علیہ السلام کی توہین کرنا نہیں ہے کیونکہ ہم تو آپ کو ان خرافات سے بری سمجھتے ہیں، اور جو الفاظ حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں زیرِ تبصرہ صادر ہوئے ہیں ان کو تحریر کرنے کے لئے ہرگز دل نہیں چاہتا تھا، اتمامِ حجت کے لئے یہ پہلو اختیار کیا گیا ہے، اس

کا کفارہ کبھی اپنی دوسری کتاب بعنوان ''حضرت مسیحؑ قرآن وحدیث کے آئینے میں'' لکھ کرادا کردوں گا۔

بڑی ناشکری ہوگی اگر اپنے ان اساتذہ کا شکریہ ادا نہ کروں کہ جن کی تصدیق اور رہنمائی سے یہ کتاب منظرِ عام پر آئی ہے۔

دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو میری اور میرے والدین اور میرے اساتذہ کی نجات کا ذریعہ بنائے اور اس کا نفع پوری انسانیت کے لئے عام فرمائے۔آمین

احقر: محمد نواز فیصل آبادی

مقدمہ

اللھم لک الحمد حمدایوافی نعمک ویکافئی فزیدک نحمدک بجمیع محامدک ماعلمنامنھا وَمَالم نعلم ،ونشکرک علی جمیع نعمک مَاعلمنامنھاومالم نعلم وعلیٰ کل حال .

اللھم صل صلاۃ دائمۃ علی عین الاعیٰان ،سید ولدآدم،خاتم المرسلین،النبی الأمی،سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ ،ومن اھتدی بھداہ فاخذمااتاہ ،والنھی عماعنہ نھاہ...... وبعد

یہودیوں اورعیسائیوں کاواسطہ مسلمانوں سے بالکل اسلام کے ابتدائی دور میں ہی پڑ گیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ کے مکی دورہی میں یہودی اورعیسائی دینِ اسلام پراعتراضات کی ابتداء کر چکے تھے ،اور یہ لوگ مخالفت کرنے میں قریش کے بت پرستوں کے ہمنوا تھے، مدینہ منورہ کے دس سالہ دور میں یہ مخالفت اورزیادہ شدت اختیار کرگئی تھی ،اور یہ مخالفت آج تک جاری ہے ،اس لئے ہم تاریخ کے کسی خاص دورکواس جدو جہد کا نقطۂ آغاز قرارنہیں دے سکتے ،البتہ تاریخ کے مختلف دور میں اس کے طریقے بدلتے رہے مقاصد میں اگر چہ کوئی بنیادی تبدیلی نہیں ہوئی۔

اسلام کاابتدائی دورہو یا آج کا دورہوان حضرات کا مقصد قرآنِ کریم کے وحیِ الٰہی ہونے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی صادق ہونے کے خلاف طرح طرح کے اعتراضات اور پروپیگنڈے کرنا ہے،شروع میں تو یہ ریشہ دوانیاں زبانی کلامی تھیں،اس کے بعد دوسرا دوروہ تھا کہ جس میں اسلام کے خلاف کتابوں اور رسالوں کی تالیف واشاعت کا کام نہ صرف اٹلی اورفرانس میں ہوا بلکہ ان ممالک میں تعلیم حاصل کرنے والوں کے ذریعہ یورپ کے دوسرے ممالک تک پھیل گیا، خصوصاً جرمنی اورنیدرلینڈ میں مطابع قائم ہوئے ،اور انگلستان میں بھی مذکورہ علاقوں کے علاوہ تعلیمی اشاعتی ادارے قائم ہوئے ،تیسرا دوروہ تھا

جس میں انہوں نے اسلامی کتابوں کے ترجمے بکثرت شائع کئے، اس زمانہ میں تحقیقات کے نام سے مسلمانوں کے اندرونی اختلاف اور جدید فرقِ اسلامیہ پر بہت سی کتابوں کو شائع کیا گیا، ان لوگوں کی اسلامی تحقیقات کا مقصد جوان کی تحریروں سے صاف ظاہر ہوتا ہے یہ ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈہ اِستعمار کے لئے راہ ہموار کی جائے اور مسلمانوں میں تفریق ڈال کر اپنا مقصد پورا کیا جائے، اس مقصد کے لئے انہوں نے بڑے خلوص اور تندہی سے کام کیا، تحقیق کے نام سے منافقوں اور اسلام دشمن اشخاص کے قدیم اقوال ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکالے اور چونکہ عرب مسیحیوں اور یہودیوں کے اکثر نام مسلمانوں کے سے ہوتے ہیں، اس لئے بڑی آسانی کے ساتھ یہ لوگ سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکہ دینے میں کامیاب ہوئے، کہ یہ کام تمہارے مسلمانوں نے کئے ہیں، حالانکہ وہ لوگ حقیقتاً یہودی یا عیسائی تھے، آج کے دور کو عیسائیت کا چوتھا دور کہا جاسکتا ہے، اس دور میں عیسائی مشنریوں اور مبلغین نے پاکستان میں تبلیغ کے لئے جو ذرائع استعمال کئے ہیں، ان کی مختصر تفصیل یہ ہے۔

مسیحی مشنری جرائد:۔

مسیحی مشنری جرائد کو ذرائع ابلاغ عامہ میں ایک اہم کردار حاصل ہے، ان جرائد کی تعداد ویسے تو بہت زیادہ ہے، یہاں ان میں سے چند کو ذکر کیا جاتا ہے، ہفتہ وار ''کرسچن وائس کراچی''، پندرہ روزہ ''شاداب لاہور'' ''کاتھولک نقیب لاہور'' ''شعاع نور لاہور'' دوماہی جرائد یہ ہیں ''نیوز بلٹن (انگریزی) لاہور'' ''جفاکش کراچی'' سہ ماہی جرائد ''ہوم لیگ لاہور'' ماہنامے ''ڈایوسس میگزین (انگریزی) لاہور'' ''اخوت لاہور'' ''قاصد جدید لاہور'' ''صحت لاہور'' ''سالویشن آرمی لاہور'' ''چھوٹا سپاہی لاہور'' ''نعرۂ جنگ لاہور'' ''ملاپ کراچی'' ''بشیر النسواں راولپنڈی'' ''طلوعِ فکر (اردو، پشتو) پشاور'' ''کلامِ حق گوجرانوالہ''

ان کے علاوہ کچھ جرائد ایسے ہیں جو کہ پابندی سے شائع نہیں ہوتے، مثلاً راولپنڈی سے المشیر، اچھا چرواہا، گوجرانوالہ سے مسیح خادم، لاہور سے مسیحی نوجوان، آزاد وطن، مستقبل، ہیلتھ (انگریزی) مسیحی بچو، سیالکوٹ سے خزینۃ الجواہر کلب، ملتان سے ہمارا ڈاکٹر۔

پاکستان کے سرکاری ذرائع ابلاغ کا استعمال:۔

پاکستان کے سرکاری ذرائع ابلاغ مسیحی تقریبات اور تہواروں کے مواقع پر ان

کے لئے خود ان کی مشنریوں کے مرتب کردہ خصوصی پروگرام نشر کرتے ہیں۔

ریڈیو پاکستان لاھور:.

اپریل کے مہینہ میں تہوار ''گڈ فرائی ڈے'' کے موقع پر ''ایک گھنٹہ کا پروگرام ہوتا ہے، جس میں مسیحی علماء کی تقاریر، بائبل کے اقتباسات، اور ڈرامہ نشر کیا جاتا ہے، چوبیس دسمبر کو جو کہ کرسمس کی شام ہے، ایک گھنٹہ کا پروگرام ہوتا ہے، ایسٹر کے تہوار کے موقع پر اپریل میں ایک گھنٹہ کا پروگرام ہوتا ہے جو مذکورہ کاموں پر مشتمل ہوتا ہے، اور ۲۵/دسمبر کو کرسمس ڈے کے تہوار کے موقع پر ایک گھنٹہ کا پروگرام نشر ہوتا ہے۔

ریڈیو پاکستان لاہور کے علاوہ ریڈیو پاکستان کے دوسرے اسٹیشن بھی کم وبیش اس نوع کے پروگرام نشر کرتے ہیں، تہوار کے موقع کے علاوہ بھی پاکستان کے ریڈیو اسٹیشنوں سے پروگرام نشر ہوتے رہتے ہیں۔

پاکستان ٹیلیویژن:.

ریڈیو کے علاوہ پاکستان ٹیلی ویژن بھی اپنے تمام اسٹیشنوں سے دو پروگرام پیش کرتا ہے (۱) ایسٹر (۲) کرسمس

ان پروگراموں کی نوعیت بھی ریڈیو پاکستان کے انداز پر ہوتی ہے۔

صلیب بردار جُلوس :.

مسیحی حضرات کرسمس کی رات میں ایک صلیب بردار جلوس نکالتے ہیں، جو اپنی ہیئت اور شرکاء کے اعتبار سے ایک خاص تاثر کا حامل ہوتا ہے۔

بائبل خط و کتابت اسکولز:.

پاکستان میں بائبل اور اس کی تعلیمات کو گھر گھر پہنچانے کے لئے درجنوں بائبل خط وکتابت اسکول قائم ہیں، جو کسی فیس کے بغیر لاکھوں کی تعداد میں بائبل کے اسباق تقسیم کررہے ہیں، یہ سکول لاہور، فیصل آباد، ایبٹ آباد، ملتان، لاڑکانہ، خیر پور (سندھ) شکار پور (سندھ) ڈیرہ غازی خان، سیالکوٹ، کوئٹہ اور کراچی وغیرہ میں قائم کئے گئے ہیں۔

خط و کتابت کورسز:۔

اردواور انگریزی زبان میں بائبل خط وکتابت کورسز کروائے جاتے ہیں ان کورسز کی تعداد تقریباً ۱۰۰ ہے، ان میں سے چند ایک کورسز مسیحی افراد کے لئے خاص ہیں، جن کے مشمولات اس انداز کے ہیں کہ مسلمانوں کو مطالعہ کے لئے نہیں دیئے جاتے ، اکثر کورسز مسلمانوں کے لئے خاص ہیں، جن کے اسباق کی تعداد تقریباً ۱۴۰۰ ہے، اس لٹریچر کا مطالعہ کرنے کے بعد مسلمان بچوں اور بچیوں کے ذہن جس قدر متاثر ہوتے ہوں گے ، اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اس کا بڑا ہرف عام طور پر اسکول و کالج کے لڑکے ہوتے ہیں۔

بائبل کی تقسیم:۔

نوجوان مسیحی لڑکوں اور لڑکیوں کے ذریعے گھر گھر، بازاروں اور چوراہوں میں بائبل کی تقسیم ایک عام سی بات ہے جس کا تذکرہ آئے دن اخبارات کی زینت بنا رہتا ہے۔

بائبل کار سپانڈنس کلب:۔

خط و کتابت کے کورسز کرنے والے طلباء کیلئے کارسپانڈنس کلب قائم کئے گئے ہیں، جو کہ کورسز میں شریک طلباء سے رابطہ رکھنے کا اہم ذریعہ ہیں۔

کلب میگزین اور خبر نامہ:۔

اس میں مسیحی مشنریوں کے مضامین اور مشنری خبریں اور علانات اور اطلاعات کے علاوہ بائبل کے عنوان پر مسلمان طلباء اور طالبات سے مقالے اور مضامین لکھوائے جاتے ہیں، حوصلہ افزائی کے لئے بھاری رقوم اور کتابیں دی جاتی ہیں۔

ریڈیو سیشلز:۔

کچھ عرصہ سے پاکستان کی سرحدوں سے کچھ فاصلہ پر سیشلز جزیرے میں ایک بہت بڑا ریڈیو ٹرانسمیٹر نصب ہے، اس سے دن میں مسلسل کئی کئی گھنٹے پاکستانی قومی زبان (اردو) اور دوسری علاقائی زبانوں میں بائبل کی تعلیمات نشر ہوتی ہیں۔

عیسائی مشنریاں جو پاکستان میں کام کرتی ھیں :.

پاکستان میں ویسے تو مختلف عیسائی فرقوں کے مختلف کلیساؤں کی بہت سی مشنریاں کام کرتی ہیں، یہاں پر چند ایک کے نام ذکر کئے جاتے ہیں "دی پینٹوکوسٹل چرچز" "پریس بائی ٹرین" "دی ایونجیلیکل الائینز مشن (ٹی،ای،اے،ایم)" "دی ایسوسی ایٹ ریفارمڈ پریس بائی ٹرین چرچ (اے،آر،پی)" "دی پاکستان مشن آف انٹرنیشنل فارِن مشنز ایسوسی ایشن" "دی پاکستان فیلوشپ آف دی انٹرنیشنل کرسچن فیلوشپ" "دی افغان بارڈر کروسیڈ" "دی چرچ آف کرائسٹ" "ورلڈ وائیڈ ایونجے لائیزیشن کروسیڈ" "دی بپٹیسٹ بائبل فیلوشپ" "دی سیوتھ ڈے ایڈونٹسٹ" "دی بریدرن چرچز" "دی انڈس کرسچین فیلوشپ" "دی بائبل اینڈ میڈیکل مشنری فیلوشپ" "دی مینونایٹ سنٹرل کمیٹی" "دی ریفارمڈ چرچز ان نیدر لینڈس" "دی چائیلڈ ایونجیلز کروسیڈ فار کرائسٹ انٹرنیشنل" "دی یونائیٹڈ فیلوشپ فار کرسچین سردیس" "دی فیلوشپ آف ایونجیلیکل بپٹسٹ چرچز اِن کنیڈا" "دی کرسچین لٹریچیر کروسیڈ" "دی کھیر دارا مشن آف ڈنمارک" "یہوواہ وٹینس" "سالویشن آرمی" وغیرہ وغیرہ۔

پاکستان کی مسیحی تقسیم :.

پاکستان کی سرکاری، صوبائی اور اضلاعی تقسیم کے مقابل مسیحی مشنریوں نے اپنے تبلیغی مقاصد کے لئے پاکستان کو مندرجہ ذیل پانچ حصوں میں تقسیم کیا ہے۔(۱) لاہور ڈایوسس (۲) ملتان ڈایوسس (۳) کراچی ڈایوسس (۴) حیدرآباد ڈایوسس (۵) راولپنڈی ڈایوسس، ان میں سے ہر حصہ کو مختلف مسیحی فرقوں اور مشنوں نے اپنی تبلیغی مساعی کے لئے مخصوص کرلیا ہے، جن میں سے رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ قابل ذکر ہیں۔

تبلیغ کاانداز کار :.

مسیحی مشنوں کی مساعی ہمارے جمعہ کے خطبات اور مساجد کے وعظ کی طرح اپنے گرجوں کے احاطوں تک محدود نہیں، بلکہ وہ تبلیغ کے لئے ہر ممکن ذریعہ استعمال کر رہے ہیں مثلاً اساتذہ کے روپ میں تعلیمی اداروں کے اندر اور ڈاکٹروں کے لبادہ میں ہسپتالوں کے

اندر، انجینئروں کے روپ میں اپنے ماتحتوں کے اندر اور سوشل ورکر بن کر کیمپوں میں مسیحیت کی تبلیغ اور جاسوسی کے مرکز قائم کر رہے ہیں، افسوس ہے کہ بہت سی لادینی حکومتوں نے غیر ملکی مشنریوں پر پابندی عائد کر دی ہے، لیکن ہماری حکومت ان کی مساعی میں ہاتھ بٹاتی ہے۔

مسیحی مشنریوں کی تبلیغ کا نتیجہ :.

مسیحی مشنری کی کوششوں اور ان کے ذرائع ابلاغ کا استعمال رائیگاں نہیں گیا، قیامِ پاکستان کے بعد پہلی مردم شماری ۱۹۵۱ء میں ہوئی، اس وقت مسیحی آبادی ۴۳۴۰۰۰ تھی، لیکن اب پاکستان میں مسیحی آبادی پندرہ لاکھ سے تجاوز کر گئی ہے۔

کسی ملک کی آبادی میں اضافہ کے اسباب تین ہوتے ہیں (۱) نقل آبادی (۲) کثرتِ تولید (۳) قبولِ مذہب۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اب تک کوئی نقلِ آبادی نہیں ہوئی، تعدّد ازواج مسلمانوں میں ہے، مسیحی قوم میں نہیں ہے، لہٰذا اس ذریعہ سے بھی مسیحی آبادی میں اضافہ نہیں ہوا، تو یقینی بات ہے کہ قبولِ مذہب کے سوا ان کی تعداد میں اضافہ کا کوئی اور سبب نہیں ہوسکتا۔

یہ تھی مختصر طور پر عیسائی مشنریوں کی تبلیغ کی کارگذاری، اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ شب وروز کس چیز کی تبلیغ کرتے ہیں؟ اور کن عقائد کے قبول کرنے کی مسلمانوں کو دعوت دیتے ہیں؟ اور ان عقائد کی تاریخی حیثیت کیا ہے؟ یہاں صرف ان کا مختصر طور پر خاکہ مع تبصرہ پیش کیا جاتا ہے، بقیہ تفصیل مقدمہ کے بعد بیان کی جائیگی۔

مسیحی عقائد کا مختصر خاکہ:.

عیسائی حضرات کے یہ عقائد زیادہ مشہور ہیں (۱) تثلیث فی التوحید اور توحید فی التثلیث (۲) حضرت مسیحؑ کا خدا ہونا (۳) ابن اللہ یعنی حضرت مسیح کا خدا کا بیٹا ہونا (۴) عقیدہ کفارہ (۵) صلیبِ مقدس (۶) رفع اور نزولِ جسمانی۔ یعنی حضرت مسیح کا جسم مع الروح اوپر جانا پھر قربِ قیامت دوبارہ زمین پر آنا، ان کے بیان سے پہلے بطور تمہید کے مسیحیت کی بنیادی کتاب کا تعارف۔

تمہید

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام پر جس کتاب کو نازل فرمایا ہے اس کو انجیل کہتے ہیں، حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنی امت کو جس کتاب کی تعلیمات پر چلنے کا حکم دیا تھا وہ یہی ہے، لیکن مسیحی حضرات نے حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد اور بہت سی کتابوں کو اس کے ساتھ شامل کرلیا ہے، جن کے مجموعے کو بائبل کہا جاتا ہے، اس کے دو حصے ہیں، پہلا حصہ غیر مسیحی یہودیوں کا لکھا ہوا ہے، اس کو عہد نامہ عتیق یا پرانا عہد نامہ کہتے ہیں کہتے ہیں اور دوسرا حصہ جس کو حضرت مسیحؑ کے ماننے والوں نے لکھا ہے، وہ عہد جدید اور نیا عہد نامہ کہلاتا ہے۔

اس بائبل میں تحریف ہوچکی ہے، تحریفِ لفظی بھی اور تحریفِ معنوی بھی، تحریفِ معنوی کا مطلب یہ ہے کہ الفاظ تو باقی رہیں مگر معنی میں تبدیلی کردی جائے بائبل میں تحریفِ معنوی مسلم ہے، اس لئے کہ عہد نام قدیم کو یہودی بھی مانتے ہیں اور عیسائیوں کے بقول یہودی ان آیات کے منکر ہیں جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کی پیشین گوئیاں ہیں، تو عیسائیوں کا کہنا ہے کہ یہودیوں نے ان آیات میں تحریفِ معنوی کی ہے، یہودی بعض احکام کے دائمی ہونے کے قائل ہیں اور عیسائی ان کے منکر ہیں، مثلاً عیسائی موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ختم مانتے ہیں، ایسی آیاتِ احکامیہ میں بالاتفاق تحریف معنوی پائی جاتی ہے، تحریفِ لفظی کا مطلب یہ ہے کہ کچھ الفاظ اصل کتاب سے کم کردیئے جائیں یا کچھ الفاظ بڑھادیئے جائیں یا الفاظ میں ردوبدل کردیا جائے، بائبل میں ہر قسم کی تحریفِ لفظی واقع ہوئی ہے، جس کی واضح مثال یہ ہے کہ فرقہ پروٹسٹنٹ کی بائبل کی آیات ۳۱۱۰۲ یا ۳۱۱۰۷ ہیں اور اس کے ابواب گیارہ سو نواسی ہیں اور کل کتابیں چھیاسٹھ ہیں اور عیسائیت کے فرقہ رومن کیتھولک کی بائبل میں سات کتابیں زائد ہیں، اور اس فرقے کی کل کتابیں ۷۳ ہیں اور ان کے ابواب ۱۳۲۴ ہیں اور کل آیات ۳۵۷۰۲ یا ۳۵۷۰۷ ہیں۔

اس تحریف پر دلالت کرنے والی اور بہت سی باتیں ہیں جو کہ آئندہ صفحات میں معلوم ہوجائیں گی، ہمارا مقصود بھی بائبل میں تھریف کو ثابت کرنا ہے۔

حضرت مسیح علیہ السلام پر جو انجیل نازل ہوئی تھی اس میں دوسری آسمانی کتابوں کی طرح توحید وغیرہ کی دعوت بڑے اہتمام سے دی گئی تھی، آج کل مسیحی حضرات جو عقائد رکھتے ہیں اس میں ان کا ذکر بالکل نہیں تھا، لہٰذا اب جو بائبل مسلمانوں میں کھلے عام تقسیم کیجاتی ہے، اس کا حضرت مسیح علیہ السلام کی تعلیمات سے کوئی تعلق نہیں ہے، مسیحی مشنریوں کا مقصود حضرت مسیح علیہ السلام کی تعلیمات کی صحیح طور پر ترجمانی کرنا نہیں ہے، بلکہ اصل مقصد لوگوں میں بے دینی پھیلانا ہے، کیونکہ بائبل میں جو باتیں حضرت مسیح علیہ السلام اور آپ کے حواریوں کی طرف منسوب کی گئی ہیں اور جو عقائد مسیحی حضرات حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں رکھتے ہیں، ان کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے، بلکہ ان سے تو حضرت مسیح علیہ السلام کی بے حد توہین ہوتی ہے، مسیحی حضرات سے جب یہ بات کہی جائے تو وہ ماننے کو تیار نہیں ہوتے بلکہ وہ یہی رٹ لگاتے ہیں کہ ہمیں حضرت مسیح علیہ السلام نے ہی ان عقائد کی تعلیم دی ہے، ہم اس مختصر سی کتاب میں حضرت مسیح علیہ السلام کا تعارف بائبل سے کرواتے ہیں، جس سے آپ کو بخوبی اندازہ ہوجائے گا کہ بائبل حضرت مسیح علیہ السلام کی تعظیم کا ذریعہ ہے یا توہین کا، اس کے ضمن میں یہ بات بھی ثابت ہوجائیگی کہ بائبل میں مسیحیت کے عقائد کے متضاد باتیں موجود ہیں جن سے مسیحی عقائد پر خاصی ضرب پڑتی ہے اور ان کے عقائد کی دھجیاں آسمان میں بکھر کر رہ جاتی ہے۔

﴿اب مسیحی عقائد پر مختصر تبصرہ اس مقدمہ میں پیشِ خدمت ہے﴾

عقیدہ الوہیت اور عیقدہ تثلیث کی حقیقت اور اس کا پس منظر:۔

عقیدہ تثلیث یہ ہے کہ باپ خدا ہے، بیٹا خدا ہے، اور روح القدس خدا ہے، اس کے باوجود یہ تینوں تین خدا نہیں بلکہ ایک ہی خدا ہے، یہ عقیدہ اس قدر پیچیدہ اور مبہم ہے کہ مسیحی علماء بھی اسے کبھی نہیں سمجھ سکے اور نہ ہی کسی کو سمجھا سکے ہیں، کیونکہ مسیحی حضرات کا کہنا ہے کہ خدا تین اقانیم کا مجموعہ ہے، وہ تین اقانیم کون ہیں جن کا مجموعہ ان کے نزدیک خدا ہے

بعض کا کہنا ہے کہ باپ (اللہ تعالیٰ) بیٹے (حضرت مسیح علیہ السلام) اور روح القدس کے مجموعے کا نام خدا ہے، اور بعض کا کہنا ہے کہ باپ (اللہ تعالیٰ) بیٹا (حضرت مسیح علیہ السلام) اور حضرت مریم تین اقانیم ہیں جن کا مجموعہ خدا ہے، اور یہ تینوں ہستیاں ہمیشہ سے ساتھ ساتھ چلی آ رہی ہیں، پھر ان تین اقانیم میں سے ہر ایک کی انفرادی حیثیت کیا ہے؟ اور خدائے مجموع سے اس کا کیا رشتہ ہے؟ اس سوال کے جواب میں بھی ایک زبردست اختلاف ہے، ایک فرقہ کا کہنا ہے کہ ان تین میں سے ہر ایک بذاتِ خود ویسا ہی خدا ہے جیسا کہ مجموعہ خدا، دوسرے فرقے کا کہنا ہے کہ ان تینوں میں سے ہر ایک الگ الگ خدا تو ہے مگر مجموعہ خدا سے کمتر ہے، تیسرے فرقہ کا کہنا ہے کہ یہ تین الگ الگ خدا نہیں ہیں خدا تو صرف ان کا مجموعہ ہے۔

صحیح بات یہ ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے او یہ عقیدہ حضرت مسیح علیہ السلام سے ثابت نہیں ہے اگر یہ عقیدہ حضرت مسیح سے ثابت ہوتا تو حضرت مسیح علیہ السللام اس کی وضاحت ضرور کرتے اور اس کو ایسے دلائل سے سمجھاتے کہ یہ عقیدہ ان کے ذریعہ سے ہر ایک کو سمجھ میں آ جاتا۔

رہی یہ بات کہ یہ عقیدہ کس نے گھڑا اور کیوں گھڑا تو اس کی وضاحت یہ ہے کہ موجودہ تمام عقائد کا بانی پولس ہے، اس کا مفصل ذکر آئندہ آئے گا، یہاں اتنا بیان کر دینا کافی ہے کہ یہ ایک مکار یہودی شخص تھا، اس نے اپنے آپ کو مسیح ؑ کا پیروکار ظاہر کیا، حالانکہ یہ آپ علیہ السلام کے زمانہ میں آپ کا اور آپ کے حواریوں کا سخت دشمن تھا، اور اس نے بڑی ہوشیاری سے حضرت مسیح ؑ کے دین کو بدل ڈالا، یہ شخص سب سے بڑے یہودی راہب کی بیٹی پوپیا پر عاشق تھا، پوپیا نے بڑی ہوشیاری سے اس کو عیسائیوں کے خلاف استعمال کیا، اس نے پوپیا کے نشے میں آ کر عیسائیوں کی عداوت میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی، لیکن جب پوپیا نے اس سے شادی کرنے سے انکار کر دیا تو اس کو اس کے انکار سے اتنا صدمہ ہوا کہ یہودیت سے ہی برگشتہ ہو گیا، اور اپنے علاقہ کو چھوڑ کر تین سال قدیم دیو مالائی مذاہب اور دیگر مشرکانہ رسوم کا مطالعہ کرتا رہا اور پھر آ کر دشمنوں سے انتقام لینے کی غرض سے بڑی

ہوشیاری سے تثلیث، کفارہ اور الوہیتِ مسیح کے عقائد وضع کیئے اور شریعت عیسوی کا حلیہ بگاڑ کرر کھ دیا۔

اور یہ عقیدہ اس نے دوسری بت پرست اور عناصر پرست اقوام کو اپنی طرف مائل کرنے کے لئے گھڑا، کیونکہ وہ ان دیو مالائی کہانیوں سے شناسا تھے، جن کی رُو سے ان کے مذاہب کی بنیاد تین اقنوم پر تھی، اہل بابل کی تثلیث کے تین اقنوم اینا، این لی، اور ای اے تھے ،رومی تثلیث جوپیر، جونوا، اور مزوا پر مشتمل تھی ، ہندو، برہما، وشنو اور شیوا کی تثلیث کے قائل تھے، ایرانی پارسیوں کی تثلیث کے تین اقنوم ہرمزد، مقرا اور اہرمن تھے، مصری تثلیث اسیرس، آسیس اور ہورس پر شامل تھی ،کلدانیہ کی تثلیث بیل سیٹرن ، جوبیٹر بیل ،اور بیل چون (اپالو) پر مشتمل تھی اور یونانی زی اس، اتھے نی، اور اپولو کی تثلیث کے قائل تھے۔

پولس نے اس طرح مسیحیوں کو گمراہ کرنے اور بت پرست اقوام کو ان کے عقائد کے مطابق مطمئن کرنے کے لئے ایک نئی تثلیث کا ڈھونگ رچایا، اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ مشہور پادری ڈاکٹر میکارنٹی اپنی کتاب ''۱۲ ضروری سوالات'' ترجمہ ڈاکٹر آئی، یو، ناصر ص۲۷ اپر لکھتا ہے: ''یسوع مسیح کے خدا کا بیٹا ہونے کا سبب دریافت کرنا مشکل نہیں ،وہ ایسے زمانے میں پیدا ہوا تھا کہ جب دنیا میں دیوتاؤں کے متعلق بناوٹی افسانوں کا رواج ابھی باقی تھا اور ان دیوتاؤں کی کہانیوں نے اس قسم کے قصے ماننے کے لئے لوگوں کو تیار کر دیا تھا، سب غیر معمولی اشخاص جن کا بیان بت پرستوں کی کہانیوں میں موجود تھا، کسی نہ کسی دیوتا کے بیٹے سمجھے جاتے تھے''۔

تو اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ عقیدہ تثلیث وغیرہ حضرت مسیح کے بعد وجود میں آیا پھر مسیحی حضرات کے نزدیک باپ سے مراد اللہ تعالیٰ کی تنہا ذات ہے، اس میں اسکی صفتِ کلام اور صفت حیات سے قطع نظر کرلی گئی ہے، یہ ذات بیٹے کے وجود کے لئے اصل کا درجہ رکھتی ہے ،اور مسیحی حضرات کے نزدیک بیٹے سے مراد اللہ تعالیٰ کی صفتِ کلام ہے، لیکن یہ صفت انسانوں کی صفتِ کلام کی طرح نہیں ہے، کیونکہ انسانوں کی صفتِ کلام جرہری وجود نہیں رکھتی ،لیکن اللہ تعالیٰ کی صفتِ کلام ایک جوہرو جود رکھتی ہے، مسیحی حضرات کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اسی صفت کے ذریعہ معلومات حاصل ہوتی ہیں، خدا کی یہ صفت قدیم ہے جو کہ مسیح

بن مریم کی شکل میں حُلول کر گئی تھی، اس وجہ سے حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا کہا جاتا ہے۔

روح القدس سے مراد مسیحی حضرات کے نزدیک باپ (اللہ تعالیٰ) اور بیٹے (حضرت مسیح علیہ اسلام) کی صفتِ حیات اور صفتِ محبت ہے، اس صفت کے ذریعہ خدا کی ذات (باپ) اپنی صفتِ علم (بیٹے) سے محبت کرتی ہے، اور بیٹا باپ سے محبت کرتا ہے، یہ صفت بھی صفتِ کلام کی طرح ایک جوہری وجود رکھتی ہے، اور قدیم ہے، تو اس سے معلوم ہوا کہ مسیحی حضرات کے نزدیک حضرت مسیح ابتداء میں کلام تھا اور کلام خدا کے ساتھ تھا اور کلام خدا تھا، تو گویا خدا کے مجسم کلمہ کا نام یسوع مسیح ہے۔

یہاں پر ایک سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ کہا گیا ہے روح القدس سے مراد اللہ تعالیٰ کی اور حضرت مسیح کی جو کہ خود اللہ تعالیٰ کی صفتِ کلام ہے، صفتِ حیات اور صفتِ محبت ہے، تو موصوف کے لئے صفتِ ہوتی ہے، لیکن صفت کے لئے صفت نہیں ہوتی، اگر حضرت مسیح کو اللہ تعالیٰ کی صفتِ کلام مان لیا جائے تو روح القدس حضرت مسیح کے لئے صفت نہیں بن سکتی، کیونکہ حضرت خود صفت ہیں نہ کہ موصوف، تو موصوف کے لئے تو صفتِ حیات اور محبت (روح القدس) ثابت ہو سکتی ہے، لیکن صفت کے لئے (حضرت مسیح کے لئے) صفت کو ثابت کرنا کیسے درست ہے؟

دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا حضرت کی مسیح پیدائش کے بعد خدا کے کلام کرنے کی صفت ختم ہو گئی تھی؟ اگر حضرت مسیح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا مجسم کلمہ مان لیا جائے تو مندرجہ ذیل آیت کا کیا مطلب ہے؟ ''جو کلام تم میرا سنتے ہو وہ میرا نہیں بلکہ باپ کا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے (یوحنا باب ۱۴/آیت ۲۴)

مزید کہ جب حضرت مسیح کلمۃ خدا ہیں تو حضرت مسیح کو اے میرے خدا، اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا (انجیل متی باب ۲۷/آیت ۴۶) کہنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ بات کرنے والا کوئی اور ہے اور سننے والا کوئی اور ہے، اگر حضرت مسیح واقعی خدا ہیں تو ان کو اے خدا، اے خدا کہنے کی کیا ضرورت تھی؟ حالانکہ آپ خود خدا تھے؟ اور آپ کو کسی دوسرے کی مدد کی کیوں ضرورت پڑی؟ حالانکہ آپ خود قادرِ مطلق تھے؟ جب حضرت مسیحؑ خود محتاج ہیں تو آپ قادر مطلق کہاں رہے؟ لہٰذا اس سے یہ بات

ثابت ہوتی ہے کہ آپ خدا نہیں تھے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وہ وعظ جو پہاڑی وعظ کے نام سے مشہور ہے بہت اہم ہے، عیسائی علماء کا خیال ہے کہ اس وعظ میں مذہب عیسوی کا خلاصہ اور نچوڑ پایا جاتا ہے، لیکن اس وعظ میں حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنی خدائی کا کوئی ذکر نہیں کیا اور نہ تثلیث جیسے بنیادی عقیدے کو بیان کیا اور نہ یہ تلقین موجود ہے کہ ساری انسانیت گناہگار ہے اور میں انسانیت کی نجات کے لئے کفارہ بننے کے لئے آیا ہوں، اس سے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عیسائیت کے موجودہ عقائد کا حضرت مسیح علیہ سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔

ابنیتِ مسیح:۔

حضرت مسیح علیہ السلام کی ابنیت کو ثابت کرنے کے لئے مسیحی حضرات ہمیشہ ''خدا کا بیٹا'' کی اصطلاح کو استعمال کرتے ہیں، یہ اصطلاح مسیح علیہ السلام کیلئے اناجیل میں اکثر استعمال کی گئی ہے، حالانکہ یہ اصطلاح محض استعارے کے طور پر استعمال ہوئی ہے، بائبل میں تو کئی لوگوں کو شیطان کا بیٹا کہا گیا ہے، مثلاً انجیل لوقا باب ۸/ آیت ۱۲ میں یہوداہ اسکریوطی کو بدعملی کی وجہ سے ابلیس کا بیٹا کہا گیا ہے، حالانکہ وہ شیطان کا بیٹا کہلانے کے بعد بھی انسان تھا، اور انجیل یوحنا باب ۸/ آیت ۴۴ میں یہودیوں کو نیک اعمال سرانجام نہ دینے کی بنا پر ابلیس کی اولاد کہا گیا ہے، ''تم اپنے باپ ابلیس سے ہو اور اپنے باپ کی خواہشوں کو پورا کرنا چاہتے ہو'' تو کیا بدعمل یہودی حقیقۃً انسانیت سے خارج ہو کر ابلیس کی حقیقی اولاد بن گئے؟ نہیں بلکہ وہ انسان ہی تھے استعارۃً انہیں ابلیس کی اولاد کہا گیا، مراد یہ تھی کہ وہ ابلیس کی طرح بدعمل ہیں، اسی طرح استعارۃً نیک لوگوں کو خدا کا بیٹا کہا گیا ہے، اس سے نیک لوگ انسانیت سے خارج نہیں ہوئے بلکہ انسان ہی رہے، اسی طرح حضرت مسیح علیہ السلام بھی برگزیدہ ہونے کی بنا پر خدا کے بیٹے کہلائے لیکن حقیقتاً آپ انسان ہی تھے۔

عقیدہ کفارہ:۔

اس عقیدہ کا حاصل یہ ہے کہ آدم علیہ السلام نے ممنوعہ پھل کھا کر اللہ تعالیٰ کی

نافرمانی کی تھی، اور یہ گناہ آپ کی نسل میں منتقل ہو گیا تھا، تمام انسانیت کو گناہ سے پاک کرنے کیلئے ایک بڑی قربانی کی ضرورت تھی، حضرت مسیحؑ کو چونکہ اللہ تعالیٰ نے بغیر باپ کے پیدا کیا تھا، اس لئے مسیح علیہ السلام حضرت آدم کی اولاد میں سے نہ ہونے کی وجہ سے اس گناہ سے پاک تھے، آپ سولی پر چڑھ کر پوری انسانیت کے لئے کفارہ بن گئے، کیونکہ اللہ تعالیٰ انسان کو ویسے تو معاف نہیں کرسکتا اس لئے کہ اگر وہ ایسا کرے تو یہ اس کے عدل کے خلاف ہے، دوسری طرف خداوند رحیم بھی ہے تو رحم کا تقاضہ یہ تھا کہ انسان کو گناہ سے نجات دلائی جائے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے بیٹے کو بھیجا کہ وہ سولی پر چڑھ کر گناہ کا کفارہ بن جائے۔

یہ عجیب بات ہے کہ مسیحی عقیدے کے مطابق اللہ تعالیٰ کے رحم کا جذبہ بڑی دیر بعد بیدار ہوا، اگر خدا کو اپنے بندوں سے ایسا ہی پیار تھا، تو اس نے حضرت آدم کے غلطی کرنے کے فوراً بعد حضرت مسیح کو دنیا میں کیوں نہ بھیج دیا؟ حضرت مسیح علیہ السلام کے دنیا میں آنے سے جو انسان گناہگار فوت ہوئے ہیں، ان کا کیا قصور تھا کہ ان سے پہلے حضرت مسیح علیہ السلام کو نہیں بھیجا گیا؟ کیا مسیح علیہ السلام سے ہزاروں سال قبل رخصت ہونے والے بندوں سے اللہ تعالیٰ کو پیار نہیں تھا؟ اپنا بیٹا دنیا میں بھیجنے سے پہلے خدا کو کس بات کا انتظار تھا کہ کروڑوں انسانوں کو جہنم کا ایندھن بناتا رہا؟ کیا اسے خدا کا رحم اور انصاف قرار دیا جاسکتا ہے؟ تمام انسانوں کے گناہوں کی وجہ سے ایک بے گناہ اور معصوم انسان کو پھانسی پر چڑھانا کہاں کا انصاف ہے؟ کیا عیسائی عدالتوں میں اس بات کا اہتمام کیا جاتا ہے کہ چند مجرموں کے بدلے ایک بے قصور اور بے گناہ آدمی کو سزا دے کر جیل بھیج دیا جائے؟ اور ان تمام مجرموں کے بدلہ میں اس کو پھانسی پر چڑھا دیا جائے؟ کیا معاذ اللہ خدا اتنا مجبور تھا کہ اسے عدل باقی رکھنے کے لئے بیٹے کو بھیجنا پڑا؟ کیا قادر مطلق خدا کفارۂ مسیح کے بغیر انسانوں کے گناہ معاف کرنے پر قدرت سے محروم تھا؟ صحیح بات یہی ہے کہ یہ سب باتیں اللہ تعالیٰ پر جھوٹ اور افتراء ہیں، ان کی کوئی اصل نہیں ہے۔

عقیدہ مصلوبیت اور عقیدہ صلیب:۔

مسیحی حضرات کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام چونکہ ہمارے گناہوں کی خاطر سولی پر چڑھ گئے تھے، جس کی وجہ سے حضرت مسیح کی وفات ہوئی تھی، اس لئے ہم

صلیب کو مقدس جانتے ہیں، جو کہ ہمارے گناہوں سے چھٹکارا کا سبب بنی، اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ پھانسی اقنوم ابن کو نہیں دی گئی تھی، بلکہ اس اقنوم ابن کے انسانی مظہر کو یعنی حضرت مسیح کو دی گئی تھی، جو کہ اپنی انسانی حیثیت میں خدا نہیں ہے، بلکہ ایک مخلوق ہے، اسی وجہ سے مسیحی حضرات صلیب کے نشان (✝) کو اپنے شعار کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔

پہلی بات: تو یہ ہے کہ اگر واقعی اقنوم ابن کو پھانسی نہیں ملی بلکہ ظاہری جسم کو ملی ہے تو حضرت مسیح کے جسم کو فنا ہونا چاہئے تھا، بغیر موت کے، حالانکہ حضرت کو پھانسی کی وجہ سے موت آئی ہے؟ اور اگر آپ کا جسم صرف کفارہ بننے کے لئے تیار کیا گیا تھا تو حضرت مسیح کو دفن ہونے کے بعد بغیر اس جسم کے آسمان پر جانا چاہئے تھا، اور آپ کا جسم قبر میں ہی پڑا رہتا، تاکہ یہ بات واضح ہو جاتی کہ کہ اقنومِ ابن کا تعلق جسم کے ساتھ صرف سولی چڑھنے کے لئے تھا، ہمیشہ کے لئے نہیں تھا، حالانکہ آپ بقول بائبل اسی جسم کے ساتھ آسمان پر گئے ہیں؟ مسیحی عقیدے کے مطابق تو اقنوم ابن کو اپنی شایانِ شان پہلے جسم کے سوا سب کے سامنے اوپر جانا چاہئے تھا تاکہ سب کو اس مسئلہ کا پتہ چل جاتا۔

دوسری بات: یہ ہے کہ اگر صلیب پر لٹکنے کا حکم خداوند کی طرف سے ہوتا تو حضرت مسیح تعمیل ارشاد کے لئے خوشی خوشی، رضا و رغبت سے اور پورے اطمینان کے ساتھ صلیب کا خندہ پیشانی سے استقبال کرتے، جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے بحکم خداوندا اپنے لختِ جگر حضرت اسماعیل کو ذبح کرتے وقت کسی اضطراب اور بے چینی کا اظہار نہیں فرمایا تھا، حضرت اسماعیل نے بھی جو کہ خود بھی نبی تھے، اس قربانی کو بخوشی قبول فرمایا تھا، لیکن انجیل مقدس اس کے برعکس حضرت مسیح کو صلیب کے واقعہ سے گھبرایا ہوا اور مایوس، مضطرب اور غمگین صورت میں پیش کرتی ہے، اگر انسان میں ذرہ برابر بھی عقل سلیم ہو تو سوچے کہ اپنے ارادہ اور قدرت سے اتنے مقصدِ عظیم کے لئے قربان ہونے والا ازلی الوہیت کا حامل مصلوب ہونے کی گھڑیوں میں مایوس اور بیقرار ہو کر اس صلیبی موت سے بچ نکلنے کے لئے

اتنی پریشانی اور دل سوزی سے دعائیں کیوں مانگتا رہا؟ جبکہ وہ تثلیث کے تین اقنوموں میں سے ایک تھا؟ پھر ان کی یہ دعا کیوں قبول نہ ہوئی کہ اے خدا اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے اور برضا و رغبت خود اپنی جان جان آفریں کے سپرد کرنے کی بجائے سولی کا پھندا دیکھ کر یہ واویلا کیوں شروع کیا ''اے خدا: اے خدا: تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا'' اور بالآخر چیختے چلاتے کیوں جان دی؟ جب اس نے اپنی رضا سے جان ہی نہیں دی تو گناہوں کا کفارہ کیسے بن گیا؟

صلیب کے نشان کے بارے میں یہ عرض ہے کہ ۳۱۲ء سے پہلے عیسائیوں کا نشان مچھلی تھا، کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام کے حواریوں میں سے بعض مچھیرے تھے، لوگ حواریوں سے محبت کی بنائی پر مچھلی کو بطور شعار استعمال کرتے تھے، ۳۱۲ء کے بعد صلیب کا نشان عیسائیوں میں بطور شعار کے استعمال ہونے لگا۔

رفع اور نزولِ جسمانی کا عقیدہ:۔

عیسائیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سولی پر چڑھنے کے بعد تین دن تک زمین میں مدفون رہے پھر زندہ ہو کر آسمان کی طرف چلے گئے اور اللہ تعالیٰ کے دائیں جانب بیٹھے ہوئے ہیں، قیامت کے قریب دوبارہ زمین کی طرف نازل ہوں گے اور لوگوں سے حساب و کتاب لیں گے، مسلمانوں کا عقیدہ بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہودیوں کے ناپاک ہاتھوں سے بچا کر بغیر سولی دیئے اوپر اٹھا لیا تھا، اس وقت آپ زندہ آسمان پر موجود ہیں اور قیامت کے قریب دوبارہ زمین کی طرف نازل ہوں گے اور عیسائیوں کو اسلام پر عمل کرنے کی دعوت دیں گے۔

مسلمانوں اور عیسائیوں کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں آسمان کی طرف جانے کے عقیدہ میں فرق یہ ہے کہ مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا عزت کے ساتھ بغیر سولی دیئے جانے کے آسمان کی طرف جانا مانتے ہیں، جبکہ عیسائی حضرات سولی پر چڑھا

کر ذلت کے ساتھ آسمان کی طرف جانا مانتے ہیں۔

امید ہے کہ قارئین کو عیسائی عقائد کا خلاصہ معلوم ہو گیا ہوگا، تفصیل آئندہ اوراق میں بیان کی جائیگی۔

مقدمہ ختم شد

مقصد

بقولِ بائبل حضرت مسیح علیہ السلام کا باپ:۔

حضرت مسیح علیہ السلام کو عیسائی حضرات خدا کا بیٹا کہتے ہیں، دلیل یہ دیتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چونکہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہیں اور کوئی بچہ بغیر باپ کے پیدا نہیں ہوتا لہٰذا جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی باپ نہیں ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہوئے، لیکن بائبل نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا باپ یوسف نجار بتایا ہے، چنانچہ بائبل میں لکھا ہے ''وہ روح کی ہدایت سے ہیکل میں آیا اور جس وقت ماں باپ اس لڑکے یسوع کو اندر لائے تا کہ اس کے لئے شریعت کے دستور پر عمل کریں تو اس نے اُسے اپنی گود میں لیا'' (انجیل لوقا باب ۲/آیت ۲۷-۲۸)۔

''اس کا باپ اور اس کی ماں ان باتوں پر جو اس کے حق میں کہی جاتی تھیں تعجب کرتے تھے'' (انجیل لوقا باب ۲/آیت ۳۳)۔

''جب یسوع خود تعلیم دینے لگا اور تقریباً تیس برس کا تھا (جیسا کہ سمجھا جاتا ہے) یوسف کا بیٹا تھا'' (انجیل لوقا باب ۳/آیت ۲۳)

''فلپس نے منتن ایل سے مل کر اس سے کہا: جس کا ذکر موسیٰ نے توریت میں اور نبیوں نے کیا ہے وہ ہم کو مل گیا، وہ یوسف کا بیٹا یسوع ناصری ہے'' (انجیل یوحنا باب ۱/آیت ۴۵)

ملک میں تبلیغ کرنے کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام اپنے علاقہ میں پہنچے اور معجزات دکھائے، لوگون نے دیکھ کر کہا ''کیا یہ بڑھئی (یوسف ناقل) کا بیٹا نہیں؟ اور اس کی ماں کا نام مریم اور اس کے بھائی یعقوب اور یوسف اور شمعون اور یہوداہ نہیں؟ اور کیا اس کی سب بہنیں ہمارے ہاں نہیں؟ پھر یہ سب کچھ اس میں کہاں سے آیا'' (انجیل متی باب ۱۳/آیت ۵۵-۵۶)

''وہ اسے دیکھ کر حیران ہوئے اور اس کی ماں نے اس سے کہا: بیٹا! تو نے کیوں ہم سے ایسا کیا؟ دیکھ تیرا باپ اور میں کڑھتے ہوئے تجھے ڈھونڈتے تھے'' (انجیل لوقا باب ۲ /آیت ۴۸)

مذکورہ تمام حوالہ جات سے یہ باتیں ثابت ہوتی ہیں۔

پھلی بات:.

کہ حضرت عیسیٰ کے والد کا نام یوسف بڑھئی تھا، حالانکہ مسیحی حضرات کا عقیدہ یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں، آپ کا کوئی باپ نہیں ہے، یہ تحریف کا منہ بولتا ثبوت ہے، اس کے علاوہ عیسائی حضرات حضرت مسیح کو خدا مانتے ہیں ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ، روح القدس، حضرت مسیح تینوں مل کر ایک خدا ہیں، پھر ان تینوں میں سے ہر ایک مستقل طور پر خدا ہے، مذکورہ عبارت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خدا ہونے کا رد بھی ہو جاتا ہے، وہ اس طرح کہ خدا کا کوئی باپ نہیں ہے، حالانکہ مذکورہ عبارات سے یوسف بڑھئی کا آپ کا باپ ہونا معلوم ہوتا ہے۔

دوسری بات:.

یہ ہے کہ اگر مان لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ، روح القدس، حضرت مسیح تینوں مل کر ایک خدا ہے تو یوسف بڑھئی انجیل کی روح سے ان تینوں کا باپ ہوگا، حالانکہ یہ بات صریح کفر ہے۔

تیسری بات:.

یہ ہے کہ اگر مسیحی حضرات کی اس بات کو مان لیا جائے کہ عقل کا تقاضہ یہ ہے کہ ہر بچہ کا کوئی نہ کوئی باپ ہوتا ہے، جب حضرت عیسیٰ کا کوئی باپ نہیں ہے، تو حضرت عیسیٰ کا باپ اللہ تعالیٰ ہیں، تو ہمارا سوال یہ ہے کہ اس کا کوئی نہ کوئی دادا بھی ہو، تو جب اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے باپ ہیں تو حضرت عیسیٰ کا دادا کون ہے؟

چوتھی بات:

یہ ہے کہ مسیحی حضرات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا ہونے کی وجہ

سے اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہتے ہیں تو حضرت آدمؑ کو جو کہ بغیر ماں باپ کے پیدا ہوئے ہیں، ان کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کیوں نہیں کہتے ؟ حالانکہ وہ مذکورہ اُصول کی رُو سے اللہ تعالیٰ کے بیٹے کہلانے کے زیادہ مستحق ہیں؟

حضرت مسیح علیہ السلام کا غیر محرم عورتوں سے ملاپ:.

حضرت مسیح علیہ السلام ایک دفعہ ایک کنویں کے پاس تنہا بیٹھے تھے کہ وہاں ایک غیر اسرائیلی عورت پانی بھرنے آئی آپ نے اس سے باتیں شروع کر دیں، چنانچہ انجیل میں مرقوم ہے ''اتنے میں اس کے شاگرد آ گئے اور تعجب کرنے لگے کہ وہ عورت سے باتیں کر رہا ہے تو بھی کسی نے نہ کہا کہ تو کیا چاہتا ہے؟ یا اس سے کس لئے باتیں کرتا ہے'' (انجیلِ یوحنا باب ۴/ آیت ۲۷)

''اور جب یسوع بیت عنیا میں شمعون کوڑھی کے گھر میں تھا تو ایک عورت سنگ مرمر کے عطردان میں قیمتی عطر لے کر اُس کے پاس آئی اور جب وہ کھانا کھانے بیٹھا تو اس کے سر پر ڈالا، شاگرد یہ دیکھ خفا ہوئے اور کہنے لگے کہ یہ کس لئے ضائع کیا گیا؟ (انجیل متی باب ۲۶/ آیت ۶-۹)

''پھر یسوع فسح سے چھ روز پہلے بیت عنیاہ میں آیا جہاں لعزر تھا جسے یسوع نے مُردوں میں سے جِلایا تھا، وہاں انہوں نے اس کے واسطے شام کو کھانا تیار کیا اور مرتھا خدمت کرتی تھی مگر لعزر ان میں سے تھا جو اس کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھے تھے، پھر مریم نے جٹاماسی کا آدھ سیر خالص اور بیش قیمت عطر لے کر یسوع کے پاؤں پر ڈالا، اور اپنے بالوں سے اس کے پاؤں پونچھے اور گھر عطر کی خوشبو سے مہک گیا، مگر اس کے شاگردوں میں سے ایک شخص یہوداہ اسکریوتی جو اُسے پکڑوانے کو تھا کہنے لگا: یہ عطر تین سو دینار میں بیچ کر غریبوں کو کیوں نہ دیا گیا'' (انجیلِ یوحنا باب ۱۲/ آیت ۱-۵)

مذکورہ بالاحوالوں میں سے پہلے حوالہ میں آپ علیہ السلام کا غیراسرائیلی عورت سے باتیں کرنا شریعت کے خلاف معلوم ہوتا ہے، کیونکہ آپ کو اس عورت کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے دیکھ کر آپ کے شاگردوں نے تعجب اور حیرانگی کا اظہار کیا ہے، اگر غیرمحرم عورت سے باتیں کرنا شریعت میں جائز ہوتا تو آپ کے شاگرد اسں پر حیرانگی کا اظہار نہ کرتے ،اسی طرح دوسرے اور تیسرے حوالہ میں عورتوں کا آپ کے سر پر اور پاؤں پر عطر ڈالنا بھی عجیب بات ہے، پھر عورت کا اپنے بالوں سے آپ کے پاؤں پونچھنا اس سے بھی زیادہ عجیب ہے،اس لئے کہ غیرمحرم عورت سے اس کے بالوں کے ذریعہ پاؤں صاف کروانا ،ایک عام شریف آدمی بھی گوراہ نہیں کرتا تواس کام کووقت کا بنی کیسے گوارہ کرسکتا ہے؟اگراس کونعوذ باللہ صحیح مان لیا جائے تو حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں کیا تاثر قائم ہوگا؟ میرا مسیحی برادری سے ایک منصفانہ سوال ہے کہ کیا وہ مذکورہ کاموں کی نسبت اپنی طرف کرنا پسند کریں گے؟ ظاہر بات ہے کہ وہ مذکورہ کاموں کی نسبت اپنی طرف کرنا مناسب نہیں سمجھیں گے ،تو ایسے کاموں کی نسبت ایک برگزیدہ رسول کی طرف کیوں درست سمجھی جاتی ہے؟

دوسرا یہ کہ اتنی زیادہ مقدار میں آپ کے اوپر عطر ڈالا جانا بھی اس واقعہ کے من گھڑت ہونے پر دلالت کرتا ہے،اس لئے کہ ہرانسان جانتا ہے کہ عطر سے مقصود اپنے بدن میں خوشبو پیدا کرنا ہوتا ہے اوخوشبو کیلئے چند قطرے ہی کافی ہوتے ہیں، چند قطروں سے زیادہ ایک ہی وقت میں عطر استعمال کرنا فضول خرچی ہے،فضول خرچی کوایک اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ شخص پسند نہیں کرسکتا۔

حضرت مسیح علیہ السلام کا والدہ کے ساتھ سلوک :۔

والدین کے ساتھ حسن سلوک اوران کی تعظیم وتکریم کے متعلق حضرت مسیح علیہ السلام نے خود فرمایا تھا ’’کیونکہ موسیٰ نے فرمایا ہے کہ اپنے باپ کی اور اپنی ماں کی عزت

کرنااور جوکوئی باپ یاماں کوبُراکہے وہ ضرور جان سے ماراجائے‘‘(انجیل مرقس باب ۷/آیت۱۰)

انجیل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جب آپ نے لوگوں کواپنے دین کی دعوت دینی شروع کی تو آپ کی والدہ آپ کے پاس دومرتبہ ملنے کے لئے آئی لیکن دونوں بار حضرت مسیح علیہ السلام کا رویہ اس کے ساتھ اچھانہیں تھا، چنانچہ انجیل میں مرقوم ہے’’جب وہ بھیڑ سے یہ کہہ رہا تھا کہ اس کی ماں اور بھائی باہر کھڑے تھے اوراس سے بات کرنا چاہتے تھے، کسی نے اس سے کہا: دیکھ تیری ماں اور تیرے بھائی باہر کھڑے ہیں اور تجھ سے بات کرنا چاہتے ہیں، اس نے خبر دینے والے کو جواب میں کہا: کون ہے میری ماں؟اور کون ہیں میرے بھائی؟اوراپنے شاگردوں کی طرف ہاتھ بڑھا کر کہا: دیکھومیری ماں اور میرے بھائی یہ ہیں، کیونکہ جوکوئی میرے آسمانی باپ کی مرضی پر چلے وہی میرا بھائی اور میری بہن اور ماں ہے‘‘(انجیل متی باب۱۲/آیت ۴۶-۵۰)

اسی طرح دوسری جگہ مرقوم ہے’’پھر تیسرے دن قانائِ گلیل میں ایک شادی میں دعوت تھی تو یسوع کی ماں وہاں تھی اور یسوع اوراس کے شاگردوں کی بھی اس شادی میں دعوت تھی اور جب مَے ہوچکی تو یسوع کی ماں نے اس سے کہا کہ ان کے پاس مَے نہیں رہی، یسوع نے اس سے کہا اے عورت مجھے تجھ سے کیا کام؟ابھی میرا وقت نہیں آیا‘‘(انجیلِ یوحنا باب۲/آیت ۱-۴)

مذکورہ دونوں حوالوں میں غور کیجئے کہ دونوں مرتبہ حضرت مسیح کا اپنی والدہ کے ساتھ رویہ اچھانہیں تھا، توانجیل مرقس کے باب ۷/آیت ۱۰میں آپ نے خود ہی فرمایا تھا کہ جوکوئی ماں یاباپ کوبُرا کہے وہ ضرور جان سے ماراجائے۔

اس آیت کی اور مذکورہ دونوں حوالوں کی آیات کی صداقت کواگر تسلیم کرلیا جائے تو حضرت مسیح انجیل کے بیان کے مطابق معاذ اللہ خود جان سے مارے جانے کے قابل ہیں، ایک عام آدمی جب کسی کو کوئی نصیحت کرتا ہے تواس پرخود بھی عمل کرتا ہے، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے لوگوں کوتو ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کی نصیحت کی ہولیکن خود اس نصیحت پرعمل نہ کیا ہو؟

آگ، جنگ اور تلخ بیانی:.

انجیل میں مرقوم ہے ”میں زمین پر آگ بڑھکانے آیا ہوں اور اگر لگ چکی ہوتی تو میں کیا ہی خوش ہوتا؟ لیکن مجھے ایک بپتسمہ لینا ہے اور جب تک وہ نہ ہو لے میں بہت ہی تنگ رہوں گا، کیا تم گما کرتے ہو کہ میں زمین پر صلح کرانے آیا ہُوں؟ میں تم سے کہتا ہوں کہ نہیں بلکہ جُدائی کرانے، کیونکہ اب سے ایک گھر کے پانچ آدمی آپس میں مخالفت رکھیں گے، دو سے تین اور تین سے دو، باپ بیٹے سے مخالفت رکھے گا اور بیٹا باپ سے، ماں بیٹی سے اور بیٹی ماں سے، ساس بہو سے اور بہو ساس سے“۔

(انجیل یُوقا باب ۱۲ آیت ۴۹-۵۳)

دوسری جگہ مرقوم ہے ”اے ریاکار فقیہو اور فریسیو! (سات بار نقل) (انجیل متی باب ۲۳ آیت ۱۴، ۱۵، ۱۳، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۸) اے اندھے راہ بتانے والو!......(دو بار نقل) (انجیل متی باب ۲۳ آیت ۱۶، ۱۷) اے سانپو......(انجیل متی باب ۱۲ آیت ۳۴) ان حوالوں میں حضرت مسیح علیہ السلام کی طرف ایسی باتیں منسوب کی گئی ہیں، جو ایک عام انسان بھی اپنے کلام میں استعمال نہیں کرتا، یقینی بات ہے کہ ایسے نازیبا الفاظ سے حضرت مسیح علیہ السلام نے کبھی بھی کلام نہیں فرمایا ہوگا، دوسری بات یہ ہے کہ انبیاء کا مقصد لوگوں میں اتحاد اور محبت اور حسنِ سلوک کی فضاء قائم کرنا ہوتا ہے، ان کو آپس میں لڑانا اور جنگ کی آگ بڑھکانا نہیں ہوتا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف ایسی باتوں کو منسوب کرنا تحریف کی کھلی اور واضح دلیل ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام یُوحنا کی گرفتاری کے وقت فرار:.

انجیل میں لکھا ہوا ہے کہ جب حضرت یوحنا جن کا قرآن کریم میں یحییٰ علیہ السلام نام ہے، گرفتار ہوئے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ناصرہ کو چھوڑ کر فرار ہو گئے، چنانچہ انجیل

میں مرقوم ہے ''جب اس نے سُنا کہ یُوحنا پکڑوا دیا گیا ہے تو گلیل کو روانہ ہوا اور ناصرہ کو چھوڑ کر کفر نحوم میں جابسا، جو جھیل کے کنارے زبولون اور نفتالی کی سرحد پر ہے۔(انجیل متی باب۴ آیت۱۲-۱۳)

دوسری جگہ لکھا ہوا ہے کہ جب حضرت یوحنا (یحییٰ) علیہ السلام کو شہید کر دیا گیا، تو جب اس کے شاگردوں نے حضرت مسیحؑ کو حضرت یوحنا کے انتقال کی خبر دی تو حضرت وہاں سے کسی اور ویران جگہ کی طرح فرار ہو گئے، چنانچہ مرقوم ہے ''اور اس کے شاگردوں نے آ کر لاش اٹھائی اور اُسے دفن کر دیا اور جا کر یسوع کو خبر دی، جب یسوع نے یہ سنا تو وہاں سے کشتی پر الگ کسی ویران جگہ کو روانہ ہوا۔(انجیل متی باب۱۴ آیت۱۲-۱۳)

''ان باتوں کے بعد یسوع گلیل میں پھرتا رہا کیونکہ یہود یہ میں پھرتا نہ تھا اس لئے کہ یہودی اس کے قتل کی فکر میں تھے۔(انجیل یُوحنا باب۷ آیت۱)

مذکورہ عبارات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جب حضرت یوحنا (یحییٰ) کو شہید کر دیا گیا تو حضرت عیسیٰ گلیل کو چھوڑ کر فرار ہو گئے، اور موت کے ڈر کی وجہ سے اپنے علاقہ میں واپس نہیں آتے تھے، اس بات کے من گھڑت اور تحریف شدہ ہونے پر اتنی بات کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقرب بندے موت سے نہیں ڈرتے بلکہ اُن کو اس بات کا یقین ہوتا ہے کہ موت کا ایک وقت مقرر ہے۔

موت کا ڈر اور بے چینی:

حضرت یوحنا (یحییٰ) کے قتل ہونے کے بعد حضرت مسیح کو ہر وقت موت کا ڈر اور بے چینی سی لگی رہتی تھی کہ کہیں یہودی مجھے بھی آ کر قتل نہ کر دیں، چنانچہ انجیل میں مرقوم ہے ''اس وقت یسوع ان کے ساتھ گستمنی نامی ایک جگہ میں آیا اور اپنے شاگردوں سے کہا یہیں بیٹھے رہنا، جب تک کہ میں وہاں جا کر دعا کروں، اور پطرس اور زبدی کے دونوں بیٹوں کو ساتھ لے کر غمگین اور بے قرار ہونے لگا، اس وقت اس نے اُن سے کہا میری جان نہایت غمگین ہے، یہاں تک کہ مَرنے کی نوبت پہنچ گئی ہے، تم یہاں ٹھہرو اور میرے ساتھ جاگتے رہو، پھر ذرا آگے بڑھا اور منہ کے بل گر کر یوں دُعا کی کہ اے میرے باپ! اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے، تو بھی نہ جیسا میں چاہتا ہوں بلکہ جیسا تو چاہتا ہے ویسا ہی ہو، پھر

شاگردوں کے پاس آ کر ان کو سوتے پایا اور پطرس سے کہا: کیا تم میرے ساتھ ایک گھڑی بھی نہ جاگ سکے؟ جاگو اور دعا کرو تا کہ آزمائش میں نہ پڑو، رُوح تو مستعد ہے مگر جسم کمزور ہے، پھر دوبارہ اس نے جا کر یوں دعا کی کہ ''اے میرے باپ! اگر یہ میرے پیئے بغیر نہیں ٹل سکتا تو تیری مرضی پوری ہو، اور آ کر انہیں پھر سوتے پایا کیونکہ ان کی آنکھیں نیند سے بھری تھیں اور ان کو چھوڑ کر پھر چلا گیا اور پھر وہی بات کہہ کر تیسری بار دُعا کی، تب شاگردوں کے پاس آ کر اُن سے کہا اب سوتے رہو اور آرام کرو۔ (انجیلِ متی باب ۲۶ آیت ۳۶، ۴۵)۔

اس سلسلہ میں انجیل لوقا کے کچھ مزید الفاظ درج ذیل ہیں ''اور آسمان سے ایک فرشتہ اس کو دکھائی دیا، وہ اُسے تقویت دیتا تھا، پھر وہ سخت پریشانی میں مبتلا ہو کر اور بھی دلسوزی سے دُعا کرنے لگا اور اس کا پسینہ گویا خون کی بڑی بڑی بُوندیں ہو کر زمین پر ٹپکتا تھا۔ (انجیلِ متی باب ۲۲ آیت ۴۳، ۴۴) اس کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا گیا ہے ''تیسری پہر کے قریب یسوع نے بڑی آواز سے چلا کر کہا: ''ایلی ایلی لما سبقتنی''، یعنی اے میرے خدا! اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا (انجیلِ متی باب ۲۷ آیت ۴۶) اس کے بعد لکھا ہے ''یسوع نے پھر بڑی آواز سے چلا کر جان دیدی۔ (انجیلِ متی باب ۲۷ آیت ۵۰)

مذکورہ عبارات میں بہت سی باتیں قابلِ غور ہیں، پہلی یہ کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے انجیل میں دوسری جگہ یوں فرمایا ہے ''اس پر بعض فقیہوں اور فریسیوں نے جواب میں اس سے کہا: اے استاد! ہم تجھ سے ایک نشان دیکھنا چاہتے ہیں، اس نے جواب دے کر اُن سے کہا: اس زمانہ کے بُرے اور زنا کار لوگ نشان طلب کرتے ہیں مگر یوناہ (یونس، ناقل) نبی کے نشان کے سِوا کوئی اور نشان ان کو نہ دیا جائے گا، کیونکہ جیسے یوناہ تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں رہا ویسے ہی ابن آدم (مسیح، ناقل) تین رات دن زمین کے اندر رہے گا۔ (انجیل متی باب ۱۲ آیت ۳۸، ۴۱)

دوسری جگہ حضرت مسیح فرماتے ہیں ''دیکھو ہم یروشلیم کو جاتے ہیں اور ابن آدمؑ سردار کاہنوں اور فقیہوں کے حوالہ کیا جائے گا اور وہ اس کے قتل کا حکم دیں گے اور اُسے

غیر قوموں کے حوالہ کریں گے تا کہ وہ اُسے ٹھٹھوں میں اُڑائیں اور کوڑے ماریں اور مصلوب کریں اور تیسرے دن زندہ کیا جائے گا۔ (انجیلِ متی باب ۲۰ آیت ۱۸، ۱۹)

اب یہاں دوسری قابلِ غور بات یہ ہے کہ جب انجیلِ متی کے باب ۱۲ آیت ۳۸، ۴۱ اور باب ۲۰ آیت ۱۸، ۱۹ میں حضرت مسیحؑ نے اپنے قتل ہونے اور تین رات دن زمین کے اندر رہنے کے بعد زندہ ہونے کو اپنا ایک بہت بڑا معجزہ اور نشان قرار دیا ہے تو دیکھنا یہ ہے کہ اگر یہ ایک نشان اور معجزہ تھا اور یہ نشان اور معجزہ حضرت مسیحؑ کی صداقت کی دلیل تھی اور اس کا ہونا یقینی اور اٹل تھا تو پھر حضرت مسیحؑ اس کے خوف سے کانپتے کیوں رہے؟ اور شاگردوں کو کیوں جگا جگا کر دعا کے لئے کہتے رہے؟ اور منہ کے بل گر کر اللہ تعالیٰ سے یہ اِلتجا کیوں کرتے رہے ''کہ اے میرے باپ اگر ہوسکے تو یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے؟ آسمان سے ایک فرشتہ اُسے اس حالت میں دیکھ کر اس کو تسلّی اور تقویت کیوں دیتا رہا؟ حضرت مسیحؑ کا پسینہ اللہ تعالیٰ کے ہاں دعا کے وقت خون کی طرح بڑی بڑی بوندیں ہوکر زمین پر کیوں ٹپکتا رہا؟ اور صلیب پر مایوس ہوکر کیوں پکار اُٹھے کہ اے میرے خدا، اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟ اور پھر فریسیوں اور فقیہوں کو اپنے نشان اور معجزے کی صداقت بتائے بغیر کیوں ہمیشہ کے لئے آسمان پر چلے گئے؟ حالانکہ چاہیے یہ تھا کہ جی اٹھنے کے بعد آپ ہر جگہ پہنچتے اور لوگوں کو اپنی صداقت کا نشان بتلاتے اور انہیں اپنے دین کی طرف دعوت دیتے مگر انجیل کے بیان کے مطابق آپ کا بھیس بدلنا اور چوری چھپے شاگردوں سے ملنا اور آسمان کی طرف بھاگ جانا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ کو جبراً صلیب کی طرف لے جایا گیا۔

حضرت مسیح علیہ السلام کی ظاہری توہین: ۔

حضرت مسیحؑ کو مصلوب ہونے سے پہلے روحانی اذیت اور غم اور بے قراری کے علاوہ ظاہری توہین کا سامنا بھی انجیل کے بیان کے مطابق بہت زیادہ کرنا پڑا، چنانچہ جب آپ کو گرفتار کرکے سردار کاہن کے پاس لے گئے اور آپ نے بقول انجیل سردار کاہن کے سامنے خلافِ شریعت جواب دیا تو اس پر انہوں نے اس کے منہ پر تھوکا اور اُس کو مُکّے مارے

اور بعض نے طمانچے مار کر کہا: اے مسیحؑ ہمیں نبوت سے بتا تجھے کس نے مارا؟ (انجیلِ متی باب ۲۶ آیت ۶۷، ۶۸)، (انجیلِ مرقس باب ۱۴ آیت ۶۵)

دوسری جگہ مرقوم ہے ''جب صبح ہوئی تو سب سردار کاہنوں اور قوم کے بزرگوں نے یسوع کے خلاف مشورہ کیا کہ اسے مار ڈالیں، اور اُسے باندھ کر لے گئے اور پیلاطُس حاکم کے حوالہ کیا'' (انجیلِ متی باب ۲۷ آیت ۱،۲)

اس کے آگے انجیل میں مرقوم ہے ''اس پر اس نے برابا کو اُن کی خاطر چھوڑ دیا اور یَسُوع کے کوڑے لگوا کر حوالہ کیا کہ مصلوب ہو۔ (انجیل متی باب ۲۷ آیت ۲۶)

''اس پر حاکم کے سپاہی نے یسوع کو قلعہ میں لے جا کر ساری پلٹن اُس کے گرد جمع کی اور اس کے کپڑے اُتار کر اُسے قرمزی چوغہ پہنایا اور کانٹوں کا تاج بنا کر اس کے سر پر رکھا اور ایک سرکنڈا اس کے داہنے ہاتھ میں دیا اور اس کے آگے گھٹنے ٹیک کر اُسے ٹھٹھوں میں اڑانے لگے کہ اے یہودیوں کے بادشاہ! آداب: اور اس پر تھوکا اور وہی سرکنڈا لے کر اُس کے سر پر مارنے لگے اور جب اس کا ٹھٹھا کر چکے تو چوغہ کو اس پر سے اُتار کر پھر اُسی کے کپڑے اسے پہنائے اور مصلوب کرنے کو لے گئے'' (انجیل متی باب ۲۷ آیت ۲۷، ۳۱)

اس کے کچھ آگے مرقوم ہے'' اور انہوں نے اسے مصلوب کیا اور اس کے کپڑے قرعہ ڈال کر بانٹ لئے اور وہاں بیٹھ کر اس کی نگہبانی کرنیں لگے اور اس کا الزام لکھ کر اس کے سَر سے اُوپر لگا دیا کہ یہ یہودیوں کا بادشاہ یسوع ہے، اس وقت اس کے ساتھ دو ڈاکو مصلوب ہوئے ایک دہنے اور ایک بائیں اور راہ چلنے والے سَر ہلا ہلا کر اس کو لعن طعن کرتے تھے اور کہتے تھے: اے مقدس کے ڈھانے والے! اور تین دن میں بنانے والے! اپنے تئیں بچا، اگر تو خدا کا بیٹا ہے تو صلیب پر سے اُتر آ، اسی طرح سردار کاہن بھی فقیہوں اور بزرگوں کے ساتھ مل کر ٹھٹھے سے کہتے تھے: اس نے اوروں کو بچایا اپنے تئیں نہیں بچا سکا یہ تو اسرائیل کا بادشاہ ہے، اب صلیب پر سے اتر آئے تو ہم اس پر ایمان لائیں، اس نے خدا پر بھروسہ کیا ہے، اگر وہ اسے چاہتا ہے تو اب اس کو چھڑا لے، کیونکہ اس نے کہا تھا میں خدا کا بیٹا ہوں،

اسی طرح ڈاکو بھی جو اس کے ساتھ مصلوب ہوئے تھے اس پر لعن طعن کرتے تھے۔(انجیل متی باب ۲۷ آیت ۳۵،۴۴)

مذکورہ بالا عبارات میں بہت سی باتیں قابلِ غور ہیں، پہلی بات تو یہ ہے کہ مسیحی حضرات مسیح علیہ السلام کے بارے میں خدا اور خدا کا بیٹا ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں، اگر عیسیٰ علیہ السلام واقعی خدا ہیں تو حضرت مسیح کے منہ پر تھوکنے اور مُکّے مارنے اور طمانچے مارنے کی نسبت کرنا کتنی بڑی خدا کی توہین ہے، کیا حضرت مسیح علیہ السلام خدا ہونے کی وجہ سے اس پر بات پر قادر نہیں تھے کہ اپنے منہ پر تھوکنے والوں اور مُکّے مارنے والوں اور طمانچے مارنے والوں کو فوراً ہلاک کردیتے؟ تاکہ یہودیوں کو اس بات کا یقین ہوجاتا کہ آپ واقعی خدا ہیں؟ وہ یہودی جنہوں نے آپ کو اذیت نہیں دی اور آپ پر ایمان بھی نہیں لائے وہ اذیت دینے والوں کا انجام دیکھ کر آپ پر ایمان لے آتے۔

دوسری قابلِ غور بات یہ ہے کہ اگر حضرت مسیح علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا مانا جائے تو کیا اللہ تعالیٰ میں مسیحی حضرات سے بھی نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ کم غیرت ہے کہ مسیحی برادری کے کسی فرد کے بیٹے کو اگر کوئی اس کا مخالف کوئی چھوٹی سی اذیت اور تکلیف دے تو اس بچے کا مسیحی باپ اور پوری مسیحی برادری آسمان سر پر اٹھالیتے ہیں اور کسی قسم کی ہنگامہ رائی سے گریز نہیں کرتے؟ اللہ تعالیٰ کے بیٹے کو اس کے دشمن ہر طرح کی تکلیف پہنچائیں اور اللہ تعالیٰ ان کو معاف کردے؟ یہ اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی توہین ہے؟ اور مسیحی برادری اس توہین کو قبول کیے ہوئے ہے، اس کی وجہ سے ان کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی؟ کیا اگر حضرت مسیح واقعی اللہ تعالیٰ کے بیٹے یا خود خدا ہیں تو وہ اپنی طرف لعن طعن کی نسبت برداشت کرسکتے ہیں؟ ایک عام انسان پر اگر کوئی لعن طعن کرے تو وہ برداشت نہیں کرتا تو خدا پر اگر کوئی لعن طعن کرے وہ کیسے برداشت کرسکتا ہے؟ کیا واقعی اگر یہ بات (اگر تو خدا کا بیٹا ہے تو صلیب پر سے اُتر آ، اس نے اوروں کو بچایا اور اپنے آپ کو نہ بچا سکا، یہ تو اسرائیل کا بادشاہ ہے اب صلیب پر سے اتر آئے تو ہم اس پر ایمان لائیں) یہودیوں نے حضرت مسیح کو کہی ہوتی اور حضرت مسیح خدا ہوتے

یا خدا کے بیٹے ہوتے تو صلیب پر سے ان کے کہنے پر اتر نہ آتے؟ تا کہ سارے کے سارے موجود یہودی ایمان لے آتے؟ یہودیوں کے ٹھٹھہ کرنے پر بھی حضرت مسیح کا صلیب سے نیچے نہ آنا حضرت کے خدا نہ ہونے پر کتنی واضح دلیل ہے۔

مذکورہ عبارات سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ حضرت مسیح کو زبردستی سولی دی گئی تھی، آپ سولی پر چڑنے پر راضی نہ تھے، اگر آپ راضی ہوتے تو سولی پر چلا چلا کر جان نہ دیتے بلکہ بہت ہی اطمینان سے بخوشی اس کو قبول کر لیتے، تیسری بات یہ ہے کہ جب آپ خدا ہونے کے باوجود اپنے آپ کو نہیں بچا سکے تو اوروں کو کیسے بچا سکتے ہیں۔

مذکورہ تمام سوالات ایسے ہیں کہ جو نا قابلِ حل ہیں، یہ تمام سوالات مسیحی حضرات کے حضرت مسیح کے بارے میں عقیدہ مصلوبیت رکھنے کی وجہ سے ابھرتے ہیں، جس کی بنیاد انجیل میں تحریف ہے، یقینی بات ہے کہ حضرت مسیح کو مذکورہ توہین آمیز الفاظ کسی نے نہیں کہے ہوں گے، بلکہ یہ تمام الفاظ اور باتیں بعد میں انجیل میں تحریف کر کے داخل کر دی گئی ہیں، مسلمانوں اور مسیحیوں میں یہی فرق ہے کہ مسیحی حضرات حضرت مسیح کو عزت کے ساتھ آسمان کی طرف جانا مانتے ہیں، کیونکہ مسلمانوں کا تو یہ عقیدہ ہے کہ جب یہودیوں نے حضرت مسیح کو سولی دینے اور قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو زندہ آسمان پر باعزت بلا لیا تھا، جس کی مصلحتیں انشاءاللہ کسی اور وقت میں بیان کی جائینگی۔

حضرت مسیح ؑ کا بائبل کی رُو سے مَلعون ہونا:.

تورات میں ایک جگہ مرقوم ہے ”اور اگر کسی نے کوئی ایسا گناہ کیا ہو جس سے اس کا قتل واجب ہوا اور تو اسے ما کر درخت سے ٹانگ دے، تو اس کی لاش رات بھر درخت پر لٹکی نہ رہے بلکہ تو اسی دن اُسے دفن کر دینا کیونکہ جسے پھانسی ملتی ہے وہ خدا کی طرف سے ملعون ہے تا نہ ہو کہ تو اس ملک کو ناپاک کر دے جسے خداوند تیرا خدا تجھ کو میراث کے طور پر دیتا ہے۔(استثنا باب ۲۱ آیت ۲۲، ۲۳) بائبل میں ایک اور جگہ لکھا ہے ”مسیح جو ہمارے لئے لعنتی بنا اس نے ہمیں مول لیکر شریعت کی لعنت سے چھڑایا، کیونکہ لکھا ہے کہ جو کوئی لکڑی پر لٹکایا گیا وہ لعنتی ہے۔(گلتیوں باب ۳ آیت ۱۳)

یہاں پر قابلِ غور بات یہ ہے کہ مسیحی حضرات کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو بھی پھانسی دی گئی تھی جیسا کہ انجیل کی مفصل عبارتیں گزر چکی ہیں تو اب اگر اس بات کو درست مان لیا جائے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ العیاذ باللہ حضرت مسیح بھی از روئے تورات ملعون ٹھہریں گے، اس مصلوبیت کے عقیدے کو تسلیم کر لینے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام اپنے دعویٰ نبوت میں سچے نہیں تھے (**نعوذُ بالله مِنْ ذالک**) کیونکہ نبوت کا پاکیزہ منصب لعنتی شخص کو نہیں بلکہ بندگان خدا کو اور معصوم ہستیوں کو ملتا ہے، تو یہاں پر دو راستے ہیں (۱) ایک یہ کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو لعنت کے طوق سے بچانے کے لئے غیر مصلوب مانا جائے، (۲) دوسرا یہ کہ حضرت مسیحؑ کو نعوذ باللہ لعنت کا طوق گلے میں ڈالنے کے لئے مَصلُوب مانا جائے، اب مسیحی حضرات کو اختیار ہے، جس کو چاہیں اپنے لئے پسند کریں۔

حضرت مسیح کی وہ پیشینگوئیاں جو پوری نہ ہوئیں:

پہلی پیشینگوئی:.

ایک دفعہ آپ نے اپنے شاگردوں اور دوسرے لوگوں کو جو ساتھ تھے ارشاد فرمایا "میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو یہاں کھڑے ہیں اُن میں سے بعض ایسے ہیں کہ جب تک خدا کی بادشاہی کو قدرت کیساتھ آیا ہوا نہ دیکھ لیں موت کا مزہ ہرگز نہ چکھیں گے۔ (انجیل مرقس باب ۹ آیت ۱)

دوسری جگہ ارشاد ہے "کیونکہ ابن آدمؑ اپنے باپ کے جلال میں اپنے فرشتوں کے ساتھ آئے گا، اس وقت ہر ایک کو اس کے کاموں کے مطابق بدلہ دے گا، میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو یہاں کھڑے ہیں اُن میں سے بعض ایسے ہیں کہ جب تک ابن آدمؑ کو اس کی بادشاہی میں آئے ہوئے نہ دیکھ لیں گے، موت کا مزہ ہرگز نہ چکھیں گے۔ (انجیلِ متی باب ۱۶ آیت ۲۷، ۲۸ مطبوعہ ۱۹۵۹ء)

ایک اور جگہ حضرت مسیحؑ کا ارشاد ہے "میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تم اسرائیل کے

سب شہروں میں نہ پھر سکو گے کہ ابنِ آدمؐ آ جائے گا۔(انجیلِ متی باب ۱۰ آیت ۲۳، مطبوعہ ۱۹۵۹ء) لیکن اردو ترجمہ ۱۸۴۴ء کی طبع میں یہ آیت اس طرح ہے ''میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تم اسرائیل کی بستیوں میں دروبست نہ پھرو گے جب تک کہ ابن آدمؐ نہ آئے۔(ایضا)

مذکورہ تمام عبارات میں صاف اقرار کیا گیا ہے کہ وہاں کھڑے ہوئے بعض لوگوں کی زندگی میں ہی نزولِ مسیح ہو جائے گا اور یہ وعدہ حواریوں کی زندگی میں ہی معلوم ہوتا ہے، لیکن دنیا جانتی ہے کہ وہاں کھڑے تمام لوگ اور حواری فوت ہو گئے ہیں اور دوبارہ حضرت مسیح علیہ السلام کا نزول نہیں ہوا، جس سے اس پیشنگوئی کا جھوٹا ہونا ثابت ہوتا ہے، اس سے یہ شبہ نہیں ہونا چاہے کہ حضرت مسیح کو ہم اس پیشنگوئی کے پورا نہ ہونے کی وجہ سے جھوٹا سمجھتے ہیں، بلکہ اس پیشینگوئی کو یہاں ذکر کر کے ہمار مقصد انجیل کے تحریف شہدہ ہونے کو ثابت کرنا ہے، ہم یہ سمجھتے ہیں کہ انجیل میں تحریف کر کے یہ باتیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کر دی گئی ہیں، جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے، اگر اس پیشینگوئی کو اور دوسری پیشینگوئیوں کو جن کو بعد میں ذکر کیا جائے گا، حضرت کی پیشینگوئیاں تسلیم کر لیا جائے تو اس سے معاذ اللہ حضرت مسیحؑ کا جھوٹا ہونا معلوم ہوتا ہے اور جھوٹا نبی نہیں ہو سکتا، چہ جائے کہ وہ خدا یا خدا کا بیٹا ہو۔

دوسری پیشینگوئی :۔

حضرت مریمؑ کو فرشتہ نے یہ پیشینگوئی کی ''فرشتہ نے اس سے کہا: اے مریم خوف نہ کر کیوں کہ خدا کی طرف سے تجھ پر فضل ہوا ہے اور دیکھ تو حاملہ ہوگی اور تیرے بیٹا ہوگا، اس کا نام یسوع رکھنا، وہ بزرگ ہوگا اور خدا تعالیٰ کا بیٹا کہلائے گا اور خداوند خدا اس کے باپ داود کا تخت اُسے دے گا اور وہ یعقوب کے گھرانے پر ابد تک بادشاہی کرے گا، اور اس کی بادشاہی کا آخر نہ ہوگا۔(انجیلِ لوقا باب ۱ آیت ۳۱ تا ۳۳)

مذکورہ عبارت میں حضرت کے متعلق یہ پیشینگوئی کی گئی ہے کہ حضرت مسیح کو حضرت داوٗدؑ کی بادشاہت وراثت میں ملے گی اور حضرت مسیحؑ یعقوبؑ کے گھرانے پر ہمیشہ ہمیشہ بادشاہی کریں گے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضرت مسیحؑ کو ہمیشہ کے لئے بادشاہت

ملنا تو درکنار چند دن بھی بادشاہت نصیب نہ ہوئی، اس پیشینگوئی کا پورا نہ ہونا انجیل میں تحریف کی واضح دلیل ہے۔

تیسری پیشینگوئی:۔

ایک دفعہ حضرت مسیحؑ نے آئندہ کے متعلق بہت سی باتیں بتائیں کہ سورج تاریک ہو جائے گا، چاند روشنی نہیں دے گا، آسمانی قوتیں ہلائی جائینگی، جھوٹے مسیحؑ پیدا ہوں گے، قوم پر قوم اور سلطنت پر سلطنت چڑھے گی وغیرہ وغیرہ اور اس کے بعد ارشاد فرمایا ''میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک یہ سب باتیں نہ ہولیں یہ نسل ہرگز تمام نہ ہوگی، آسمان اور زمین ٹل جائیں گے لیکن میری باتیں نہ ٹلیں گی۔ (انجیل مرقس باب ۱۳ آیت ۳۰، ۳۱)

اس عبارت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ سورج کا تاریک ہونا، چاند کا بے نور ہونا، آسمانی قوتوں کا ہلایا جانا وغیرہ وغیرہ یہ سب کام اسی نسل کی موجودگی میں واقع ہونے تھے اور یہ پیشینگوئی بہت زیادہ زور و شور سے کی گئی ہے لیکن وہ نسل اس کے انتظار میں ہی ختم ہوگئی اور مذکورہ کام وجود میں نہ آئے۔

چوتھی پیشینگوئی:۔

تین رات دن کے بعد جی اٹھنا:۔ ''اس پر بعض فقیہوں اور فریسیوں نے جواب میں اس سے کہا: اے استاد! ہم تجھ سے ایک نشان دیکھنا چاہتے ہیں، اس نے جواب دیکر ان سے کہا: اس زمانہ کے بُرے اور زنا کار لوگ نشان طلب کرتے ہیں مگر یوناہ (یونس، ناقل) نبی کے نشان کے سِوا کوئی اور نشان ان کو نہ دیا جائے گا، کیونکہ جیسے یوناہ تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں رہا ویسے ہی ابن آدمؑ تین رات دن زمین کے اندر رہے گا۔ (انجیل متی باب ۱۲ آیت ۳۸، ۴۰) دوسری جگہ حضرت مسیح کا ارشاد ہے ''پس یہودیوں نے جواب میں اس سے کہا: تو جو ان کاموں کو کرتا ہے، ہمیں کون سا نشان دکھاتا ہے؟ یسوع نے جواب میں اُن سے کہا اس مقدس کو ڈھا دو تو میں اُسے تین دن میں کھڑا کر دوں گا، یہودیوں نے کہا: چھیالیس برس میں یہ مقدّس بنا ہے اور کیا تو اُسے تین دن میں کھڑا کر دے گا؟ مگر اس نے اپنے بدن کے مقدّس کی بابت کہا تھا، پس جب وہ مُردوں میں سے جی اٹھا تو اس کے شاگردوں

کو یاد آیا کہ اس نے یہ کہا تھا اور انہوں نے کتاب مقدّس اور اس قول کا جو یسوع نے کہا تھا یقین کیا۔(انجیل یُوحنا باب ۲ آیت ۱۸،۲۲)اسی پیشینگوئی کو ایک اور جگہ اس طرح بیان کیا گیا''اور یروشلیم جاتے ہوئے یسوع بارہ شاگردوں کو الگ لے گیا اور راہ میں ان سے کہا: دیکھو ہم یروشلیم جاتے ہیں اور اور ابن آدمؑ سردار کاہنوں اور فقیہوں کے حوالہ کیا جائے گا اور وہ اُسے قتل کا حکم دیں گے اور اُسے غیر قوموں کے حوالہ کریں گے تا کہ وہ اُسے ٹھٹھوں میں اُڑائیں اور کوڑیں ماریں اور مصلوب کریں اور وہ تیسرے دن زندہ کیا جائے گا۔(انجیل متی باب۲۰ آیت ۱۷،۱۹،انجیلِ مرقس باب۱۰ آیت۳۲،۳۴)

ان عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیحؑ نے سب حواریوں،اپنے مریدوں اور کاہنوں،فریسیوں اور صدوقیوں کے سامنے کہا تھا کہ میں قتل کر دیا جاؤں گا،اور تین رات دن زمین کے اندر مرا رہوں گا پھر یروشلیم جاتے ہوئے بارہ حواریوں کو بھی اس بات کی الگ لے جا کر دوبارہ خبر دی تھی کہ میں تین رات دن زمین میں دفن رہنے کے بعد زندہ ہو جاؤں گا،اور یہ بات اتنی شہرت پا گئی تھی کہ یہودیوں کو بھی یقین تھا کہ حضرت مسیح نے تین رات دن کے بعد زندہ ہونے کے بارے میں فرمایا تھا''چنانچہ انجیل میں مرقوم ہے''دوسرے دن جو تیاری کے بعد کا دن تھا سردار کاہنوں اور فریسیوں نے پیلاطُس کے پاس جمع ہوکر کہا: خداوند ہمیں یاد ہے کہ اس دھوکے باز نے جیتے جی کہا تھا،میں تین دن کے بعد جی اُٹھوں گا۔(انجی متی باب ۲۷ آیت۶۲،۶۳)

اب اس پیشینگوئی کی طرف آیئے ،آپ نے فرمایا تھا کہ میں تین رات دن مَرا رَہوں گا،یہاں پر بہت سی باتیں قابلِ غور ہیں۔

پہلی بات یہ ہے کہ آپ کو انجیل کی رُو سے تین رات دن تک مرے رہنا تھا،جیسا کہ حضرت یونس علیہ السلام تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں رہے تھے۔(یوناہ باب ۱ آیت ۱۷)اور اناجیل اس بات پر گواہ ہیں کہ آپ کو جمعہ کے دن سُولی پر لٹکایا گیا تھا پھر کوئی تین گھنٹے بعد آپ کا جسم آپ کے ایک خیر خواہ رئیس کے حوالہ کر دیا گیا تھا،اس نے آپ کی تدفین کی تھی، اب ہونا تو یہ چاہے تھا کہ آپ کو جمعہ کے دن سے تین دن اور تین راتیں مرے رہتے ،لیکن یہ

بات دو وجوہ کی بناء پر غلط معلوم ہوتی ہے ۔

پہلی وجہ:.

جناب مسیحؑ تین دن تین رات کی بجائے صِرف ایک دن اور دو رات زمین کے اندر مدفون رہے تھے، چنانچہ پولس اور شولز جیسے بعض مسیحی علماء نے اس جگہ انصاف کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے، یہ اعتراف کیا ہے کہ یہ مسیح علیہ السلام کا قول نہیں بلکہ متی نے اپنے اندازے سے یہ تفسیر مسیحؑ کے قول کے ساتھ خلط ملط کر دی ہے، درحقیقت مسیح علیہ السلام کا مقصد یہ تھا کہ جیسے نینوا والے (یونسؑ کی قوم) کی ذات اور آپ کی تعلیمات پر بغیر معجزہ طلب کئے ایمان لے آئے تھے، اسی طرح اس زمانے کے لوگ بھی مجھ پر اور میری تعلیمات پر ایمان لے آئیں۔

دوسری وجہ:.

جب یہ خبر اتنی مشہور تھی کہ یہودیوں کو بھی اچھی طرح معلوم تھا اور حواریوں نے بھی یہ خبر بار بار سنی تھی، تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ حواریوں، مریم مگدلینی (یہ مریم حضرت عیسیٰ کی والدہ نہیں) اور مریدوں میں سے کسی کو بھی یہ بات یاد نہ رہی اور حضرت مسیحؑ کے آسمان پر اٹھائے جانے کے وقت تک حواری ان کے زندہ ہونے میں شک کرتے رہے؟

اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ باتیں تحریف کر کے انجیل میں داخل کر دی گئی ہیں، جس پر مذکورہ بالا باتوں کے علاوہ ایک قرینہ یہ بھی ہے کہ انجیل متی کے باب ۲۰ آیت ۱۸-۲۰ کے جدید حوالہ کے آخر میں ہے ''کہ وہ تیسرے دن زندہ کیا جائے گا، لیکن قدیم حوالہ کے آخر میں یہ الفاظ ملتے ہیں'' وہ تیسرے دن پھر جی اُٹھے گا، گویا کہ جدید حوالہ میں یہ تاثر ملتا ہے کہ حضرت مسیحؑ کو کوئی اور زندہ کرے گا، لیکن قدیم حوالہ میں یہ تاثر ملتا ہے کہ حضرت مسیحؑ خود بخود زندہ ہو جائیں گے، تو قدیم اور جدید نسخوں میں الفاظ اور تعبیر کا فرق بھی انجیل میں تحریف کی نشاندہی کرتا ہے۔

تو معلوم ہوا کہ حضرت مسیحؑ نے اس بات کی پیشینگوئی ہرگز نہیں کی اس کی تائید

بہت سے اقوال سے ہوتی ہے، چنانچہ انجیل میں مرقوم ہے ''ہفتہ کے پہلے دن مریم مگدلینی ایسے تڑکے کہ ابھی اندھیرا ہی تھا قبر پر آئی اور پتھر کو قبر سے ہٹا ہوا دیکھا، پس وہ شمعون پطرس اور اس دوسرے شاگرد کے پاس جسے یسوع عزیز رکھتا تھا دوڑی ہوئی گئی اور اُن سے کہا کہ خداوند کو قبر سے نکال لے گئے ہیں اور ہمیں معلوم نہیں کہ اُسے کہاں رکھ دیا۔ (انجیل یوحنا باب ۲۰ آیت ۱-۲) یاد رہے کہ مسیحیوں کے ہاں ہفتہ کا پہلا دن اتوار ہے۔

مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ مریم مگدلینی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیرو تھی اتوار کو صبح سویرے حضرت مسیحؑ کی قبر پر زیارت کے لئے آئی تھی، اگر مذکورہ پیشینگوئی حضرت مسیحؑ نے کی ہوتی تو یہ عورت پتھر کو قبر سے ہٹا ہوا دیکھ کر فوراً یقین کر لیتی کہ جناب مسیح علیہ السلام اپنی پیشنگوئی کے مطابق زندہ ہوگئے ہیں، اس کو یہ کہنے کی ضرورت نہ تھی کہ لوگ خداوند کو قبر سے نکال لے گئے ہیں اور ہمیں معلوم نہیں کہ انہوں نے اُسے کہاں رکھ دیا، اور انجیل میں دوسری جگہ مرقوم ہے ''سبت کے دن تو انہوں نے حکم کے مطابق آرام کیا، لیکن ہفتہ کے پہلے دن (اتوار، ناقل) وہ صبح سویرے ہی خوشبودار چیزوں کو جو تیار کی تھیں، لیکر قبر پر آئیں اور پتھر کو قبر پر سے لڑھکا ہوا پایا مگر اندر جا کر خداوند یسوع کی لاش نہ پائی اور ایسا ہوا کہ جب وہ اس بات سے حیران تھیں تو دیکھو دو شخص براق پوشاک پہنے ان کے پاس آ کھڑے ہوئے جب وہ ڈر گئیں اور اپنے سر زمین پر جھکائے تو انہوں نے اُن سے کہا کہ زندہ کو مردوں میں کیوں ڈھونڈتی ہو، وہ یہاں نہیں بلکہ جی اُٹھا ہے یاد کرو کہ جب وہ گلیل میں تھا تو اس نے تم سے کہا تھا ضرور ہے کہ ابن آدم گنہگاروں کے ہاتھ میں حوالہ کیا جائے اور مصلوب ہو اور تیسرے دن جی اٹھے، اس کی باتیں انہیں یاد آئیں اور قبر سے لوٹ کر انہوں نے ان گیارہ اور باقی سب لوگوں کو ان سب باتوں کی خبر دی، جنہوں نے رسولوں سے یہ باتیں کہیں وہ مگدلینی اور یوأنہ اور یعقوب کی ماں مریم اور ان کے ساتھ کی باقی عورتیں تھیں، مگر یہ باتیں انہیں کہانی سی معلوم ہوئیں اور انہوں نے ان کا یقین نہ کیا، اس پر پطرس اٹھ کر قبر تک دوڑا گیا اور جھک کر نظر کی اور دیکھا کہ ہر طرف کفن ہی کفن ہے اور اس ماجرے سے تعجب کرتا ہوا اپنے گھر چلا گیا۔ (انجیل لوقا باب ۲۴ آیت ۱،۱۲)

مذکورہ عبارت میں غور کریں کہ پیشینگوئی کی صورت میں حواری حضرات اُن عورتوں کی باتوں کو جھوٹ کیوں سمجھتے تھے؟ اور یقین نہ آنے کی کیا وجہ تھی؟ اور قبر کو خالی دیکھ کر سب سے بڑا حواری پطرس تعجب کیوں کرتا تھا؟ اس کا جواب اس کے سوا کیا ہوسکتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے اس بات کی پیشینگوئی ہرگز نہیں کی ہوگی؟ انجیل میں ایک اور جگہ اس طرح لکھا ہوا ہے ”اس کے بعد وہ دوسری صورت میں ان میں سے دو کو جب وہ دیہات کی طرف پیدل جارہے تھے دکھائی دیا اور اس نے ان کی بے اعتقادی اور سخت دلی پر ان کو ملامت کی، کیونکہ جنہوں نے اس کے جی اُٹھنے کے بعد دیکھا تھا انہوں نے اُن کا یقین نہ کیا تھا۔ (انجیل مرقس باب ۱۶ آیت ۱۲،۱۴) یہاں پر غور کیجئے باوجود یکہ پہلے عورتیں گواہی دے چکی تھیں، پھر دوسری مرتبہ دو حواریوں نے بھی گواہی دی تھی تو اگر حضرت مسیح علیہ السلام نے مذکورہ پیشنگوئی کی ہوتی تو حواری کس طرح یقین نہ کرتے؟ سبحان اللہ! عجیب معاملہ ہے کہ حضرت مسیح کی صحبت میں سالہا سال رہنے کے باوجود حواریوں میں سخت دلی اور بے یقینی کی کیفیت موجود رہی۔

عقیدہ کفارہ اور گناھگار مسیح:۔

مسیحی حضرات کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت آدمؑ نے جنت کا ممنوعہ پھل کھا کر بہت بڑا گناہ کیا تھا، اس لئے کہ وہ خدا کی سب سے پہلی نافرمانی تھی، اس گناہ کا اثر تمام آدمؑ کی اولاد میں چلا آرہا تھا، جس کو موروثی گناہ کہا جاتا ہے، چونکہ یہ گناہ بہت بڑا تھا، اس لئے اس گناہ سے چھٹکارے کے لئے ایک ایسی ہستی کی ضرورت تھی جو تمام انسانوں کی سردار ہو اور وہ حضرت آدمؑ کی اولاد سے نہ ہو اور وہ موروثی گناہ سے بھی پاک ہو اور وہ تمام انسانوں کی طرف سے قربانی دیکر کفارہ بن جائے، مسیحی حضرات کہتے ہیں کہ حضرت مسیح چونکہ حضرت آدمؑ کی اولاد سے نہیں ہیں اس لئے کہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہیں، تو وہ موروثی گناہ سے پاک ہوئے، اس لئے حضرت مسیح نے سولی پر چڑھ کر اس گناہ کا کفارہ ادا کیا اور ان کے اس کفارے سے پوری انسانیت کا گناہ دھل گیا۔

اب یہاں پر قابلِ غور بات یہ ہے کہ حضرت مریم حضرت آدمؑ کی اولاد میں سے

نہیں تھیں؟ ظاہر بات ہے حضرت مریمؑ ضرت آدمؑ کی اولاد میں سے تھیں، کیونکہ وہ بغیر ماں اور باپ کے پیدا نہیں ہوئی تھیں ۔تو جب حضرت مریمؑ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں تو وہ بھی مسیحی حضرات کے عقیدہ کے مطابق گناہگار ٹھہرتی ہیں اور حضرت مریم حضرت مسیح کی والدہ تھیں ،لہٰذا حضرت عیسیٰؑ اپنی ماں حضرت مریمؑ کے پیدائشی گناہگار ہونے کی وجہ سے پیدائشی گناہگار ٹھہرے ،تو جب حضرت مسیحؑ بھی حضرت آدمؑ کی دوسری اولاد کی طرح پیدائشی گناہگار رہیں تو ان کے سولی پر چڑھنے کا کیا فائدہ؟

مزید یہ کہ بائبل کے بیان کے مطابق عورت کا گناہ مرد کے گناہ سے سنگین تھا کیونکہ جنت کا ممنوعہ پھل پہلے حضرت حَوا نے کھایا تھا، پھر حواء نے حضرت آدمؑ کو ممنوعہ پھل کھانے کی ترغیب دی تھی ،جس کی وجہ سے حضرت حواء علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام سے زیادہ گناہگار ٹھہریں، جیسا کہ بائبل میں مرقوم ہے۔

''عورت نے جو دیکھا کہ وہ کھانے کے لئے اچھا اور آنکھوں کو خوشنما معلوم ہوتا ہے اور عقل بخشنے کے لئے خوب ہے تو اس کے پھل میں سے لیا اور کھایا اور اپنے شوہر کو بھی دیا اور اس نے کھایا۔(پیدایش باب ۳ آیت ۶)

اس کے کچھ آگے مرقوم ہے''آدمؑ نے کہا جس عورت کو تو نے میرے ساتھ کیا ہے ،اس نے مجھے اس درخت کا پھل دیا اور میں نے کھایا،تب خداوند خدا نے عورت سے کہا: کہ تو نے یہ کیا کیا؟عورت نے کہا کہ سانپ (شیطان ،ناقل) نے مجھ کو بہکایا تو میں نے کھایا۔(پیدایش باب ۳ آیت ۱۲،۱۳)

ایک اور جگہ بائبل میں مرقوم ہے''اور آدمؑ نے فریب نہیں کھایا بلکہ عورت فریب کھا کر گناہ میں پڑ گئی (تیمتھیُس باب ۲ آیت ۱۴)

اسی طرح بائبل میں ہی ایک اور جگہ مرقوم ہے ''وہ جو عورت سے پیدا ہوا کیونکر پاک ہوسکتا ہے؟ (ایوب باب ۲۵ آیت ۴)

معلوم ہوا کہ عورت کا گناہ بنسبت مرد کے گناہ کے دو گنا ہے ایک ممنوعہ پھل خود کھانے کا گناہ اور دوسرا اس کے مرد کو کھلانے کا گناہ ،اب اگر اسی پیدائشی گناہگاری کے عقیدے کو دیکھا جائے تو بچہ ماں باپ کے ملاپ سے پیدا ہوتا ہے اور وہ وراثت میں نصف

ماں کے گناہ کا اور نصف باپ کے گناہ کا حصہ پاتا ہے اور جو بچہ صرف ماں سے پیدا ہوا ہو تو وہ ماں کے دوگنا گناہ کا وارث ہوگا اور وہ عام بچوں سے دوگنا گناہگار ٹھہرے گا، اب حضرت مسیح علیہ السلام جو صرف ماں سے پیدا ہوئے ہیں تو وہ عام گناہگاروں سے دوگنا گناہگار ثابت ہوئے، جب حضرت مسیح دوسروں سے دوگنا گناہگار رہیں تو وہ دوسروں کے لئے کفارہ کیسے بن سکتے ہیں؟

دوسری بات یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام خود اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ میں آدمؑ کی اولاد سے ہوں، جب حضرت مسیح علیہ السلام کا اقرار خود موجود ہے کہ میں آدمؑ کی اولاد سے ہوں تو مسیحی حضرات کا یہ کہنا کیسے درست ہوسکتا ہے کہ مسیح علیہ السلام حضرت آدمؑ کی اولاد سے نہیں ہیں؟

ذیل میں ہم انجیل سے کچھ عبارات نقل کرتے ہیں جس میں حضرت مسیح علیہ السلام نے خود ابن آدم ہونے کا اقرار کیا ہے، چنانچہ انجیل میں مرقوم ہے۔

''اور جب وہ گلیل میں ٹھہرے ہوئے تھے یسوع نے ان سے کہا: ابن آدمؑ آدمیوں کے حوالہ کیا جائے گا۔ (انجیلِ متی باب ۱۷ آیت ۲۲)

''اور یروشلیم جاتے ہوئے یسوع بارہ شاگردوں کو الگ لے گیا اور راہ میں ان سے کہا کہ دیکھو ہم یروشلیم کو جاتے ہیں اور ابن آدم سردار کاہنوں اور فقیہوں کے حوالہ کیا جائے گا اور وہ اس کے قتل کا حکم دیں گے۔ (انجیل متی باب ۲۰ آیت ۱۷، ۱۸)

''جیسے یوناہ تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں رہا ویسے ہی ابن آدم تین رات دن زمین کے اندر رہے گا۔ (انجیل متی باب ۱۲ آیت ۴۰)

قربانی کی بنیاد:۔

اس کے علاوہ قربانی کا مسئلہ بھی زیرِ غور ہے، قربانی کی بنیاد دو چیزوں پر ہوتی ہے
(۱) قربانی دینے والا قربان ہوتے وقت نیت کرے کہ اللہ تعالیٰ میری قربانی کو قبول فرمائے
(۲) ادنیٰ چیز قربان ہو اَعلیٰ پر۔

ان دواصولوں کی روشنی میں مسیحی حضرات کا یہ کہنا کہ حضرت مسیح مصلوب ہوکر ہمارے گناہوں کا کفارہ بن گئے ہیں ،غلط معلوم ہوتا ہے (۱) اس میں نیت کا کوئی دخل نہیں تھا حالانکہ قربانی کی یہ پہلی شرط ہے (۲) خود مسیح علیہ السلام بھی اس قربانی کے لئے تیار نہ تھے بقول انجیل وہ صلیب پر یہ دعائیں کرتے رہے کہ اے خدا: اے خدا: تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا، مزید یہ کہ حضرت مسیحؑ فرماتے تھے کہ اگر ہوسکے تو یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے ،پھر جب حضرت مسیح کا اپنی امت کے لئے قربانی کا ارادہ نہیں تھا اور امت کا نیت میں کوئی دخل نہیں تھا تو پھر ناحق خون کفارہ کیسے بن گیا؟ قانونِ فطرت ہے کہ ادنیٰ اعلیٰ پر قربان ہوتا ہے اور مسیحی حضرات کے ہاں اعلیٰ (حضرت مسیح) ادنیٰ (امت) پر قربان ہو رہا ہے یہ قربانی کے دونوں اصولوں کے خلاف ہے۔

بائبل کا قانون:۔

بائبل کا قانون ہے کہ ’’آدمی کی جان کا کفارہ اس کا مال ہے (امثال باب ۱۳ آیت ۸) جب آدمی کی جان کا کفارہ مال ہے تو عیسیٰ علیہ السلام کی جان کفارہ کیسے بن گئی ؟

موروثی گناہ کی سزا:۔

بائبل کے بیان کے مطابق اس پیدائشی گناہ کی سزا عورت کو یہ دی گئی کہ وہ بچہ دردِزہ سے جنے چنانچہ مرقوم ہے’’ پھر اس نے عورت سے کہا کہ میں تیرے دردِحمل کو بہت بڑھاؤں گا تو درد کے ساتھ بچے جنے گی ۔(پیدائش باب ۳ آیت ۱۶) تو جب بقول مسیحی حضرات حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر چڑھ کر اس گناہ کو دھو گئے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہونا چاہے تھا کہ اب عورتیں بچے دردِزہ سے نہ جنیں خصوصاً وہ عورتیں جو عیسائی ہیں اور مسیح علیہ السلام کے کفارہ پر ایمان رکھتی ہیں وہ اب بھی کیوں دردِزہ سے دوچار ہوتی ہیں؟

بائبل کے بیان کے مطابق مرد کو پیدائشی گناہ کی یہ سزا ملی کہ ’’تو اپنے منہ کے پسینے کی روٹی کھائے گا۔(پیدائش باب ۳ آیت ۱۹) جب حضرت مسیح صلیب پر چڑھ کر اس گناہ کو دھو گئے ہیں تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہونا چاہے تھا اب مسیحی حضرات جو مسیح کے کفارے پر ایمان رکھتے ہیں، وہ پسینے سے روزی نہ کماتے ،کفارے کے بعد بھی پسینے سے کیوں روٹی کمائی جاتی ہے؟

گناہ سزا یت سے پہلے ہی معاف ہو جاتا ہے :.

بائبل میں لکھا ہے ’’آ دمؑ نے فریب نہیں کھایا بلکہ عورت فریب کھا کر گناہ میں پڑ گئی لیکن اولا د ہونے سے نجات پائے گی (تیمتھیس باب ۲ آیت ۱۴-۱۵) اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ گناہ کی جو سزا ملی تھی وہ تو اول دفعہ بچہ جننے سے درد زہ کے ساتھ ختم ہو جائیگی ،تو جب پہلا بچہ جننے سے سزا ختم ہو گئی تو بعد میں کفارہ کیسا اور کس کا ؟

نیک کون ؟

انجیل میں خود حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے نیک نہ ہونے کی وضاحت کی ہے، چنانچہ لکھا ہے ’’اور جب وہ باہر نکل کر راہ میں جا رہا تھا تو ایک شخص دوڑتا ہوا اس کے پاس آیا اور اس کے آگے گھٹنے ٹیک کر اس سے پوچھنے لگا: اے نیک استاد! میں کیا کروں کہ ہمیشہ کی زندگی کا وررث بنوں ؟ یسوع نے اس سے کہا تو مجھے کیوں نیک کہتا ہے ؟ کوئی نیک نہیں مگر ایک یعنی خدا۔ (انجیل مرقس باب ۱۰ آیت ۱۷، ۱۸) اس میں حضرت مسیح نے صاف طور پر اپنے گناہگار ہونے کا اقرار کیا ہے۔

عقیدہ کفارہ بائبل کی نظر میں :.

بائبل میں اس بات کی اچھی طرح وضاحت کی گئی ہے کہ کوئی شخص کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا بلکہ ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ دیا جائے گا، چنانچہ بائبل میں مرقوم ہے ’’جو جان گناہ کرتی ہے وہی مرے گی، بیٹا باپ کے گناہ کا بوجھ نہ اٹھائے گا اور نہ باپ بیٹے کے گناہ کا بوجھ، صادق کی صداقت اسی کے لئے ہوگی اور شریر کی شرات شریر کے لئے (حزقی ایل باب ۱۸ آیت ۲۰)

دوسری جگہ مرقوم ہے ’’بیٹوں کے بدلے باپ مارے نہ جائیں نہ باپ کے بدلے بیٹے مارے جائیں، ہر ایک اپنے ہی گناہ کے سبب سے مارا جائے (استثناء باب ۲۴ آیت ۱۶)

اسی طرح ایک اور جگہ مرقوم ہے ’’جیسا خداوند نے فرمایا کہ بیٹوں کے بدلے باپ دادا نہ مارے جائیں اور نہ باپ دادا کے بدلے بیٹے مارے جائیں بلکہ ہر آدمی اپنے ہی گناہ کے لئے مارا جائے ۔(تواریخ نمبر ۲ باب ۲۵ آیت ۴)

ان عبارات میں صاف طور پر وضاحت کی گئی ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے شخص کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور نہ بیٹے کے بدلے باپ اور نہ باپ کے بدلے بیٹا مارا جائے گا بلکہ ہر شخص کو اپنے ہی گناہ کا بدلہ ملے گا، جب کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا تو حضرت مسیح علیہ السلام دوسروں کی طرف سے کفارہ کیسے بن گئے؟

حضرت مسیحؑ کے بائبل کی رُوسے گناھگار ھونے کی مزید وضاحت:

پولُس جس نے مسیحی عقائد کو جڑ سے اکھاڑ کر مسیحیت کا نقشہ ہی پلٹ دیا تھا اور وہ مسیحیوں کے نزدیک بڑا معتبر سمجھا جاتا ہے، بائبل میں ایک جگہ لکھتا ہے ’’اس لئے کہ جو کام شریعت جسم کے سبب سے کمزور ہو کر نہ کر سکی وہ خدا نے کیا یعنی اس نے اپنے بیٹے کو گناہ آلودہ جسم کی صورت میں اور گناہ کی قربانی کے لئے بھیج کر جسم میں گناہ کی سزا کا حکم دیا۔(رومیوں باب ۸ آیت ۳)

اس عبارت میں غور کریں کہ اس میں خاص طور پر حضرت مسیح علیہ السلام کے جسم کو گناہ آلود کہا گیا ہے، جو جسم خود گناہ آلود ہو وہ دوسروں کے لئے کفارہ کیسے بن سکتا ہے؟

مذکورہ دلائل کے علاوہ حضرت مسیح کے بائبل کی رُو سے گناہگار ہونے پر اور ابھی بہت سے دلائل ہیں۔

پھلی دلیل :.

اگر کوئی شخص موروثی گناہ سے پاک ہونا چاہے تو مسیحیت کے نزدیک اس کو اس پیدائشی گناہ سے پاک ہونے کے لئے بپتسمہ لینا پڑتا ہے، بپتسمہ ایک خاص قسم کا غسل ہے، چنانچہ اگر کوئی شخص عیسائی بنتا ہے تو اس کو پیدائشی گناہ سے پاک کرنے کے لئے بپتسمہ دیا جاتا ہے، اور بائبل میں لکھا ہے کہ حضرت یوحنا (یحییٰ) علیہ السلام لوگوں کو گناہوں کی معافی کے لئے بپتسمہ دیتے تھے، چنانچہ بائبل میں مرقوم ہے ’’یُوحنا آیا اور بیابان میں بپتسمہ دیتا اور گناہوں کی معافی کے لئے توبہ کے بپتسمہ کی منادی کرتا تھا۔(انجیلِ مرقس باب ۱ آیت ۴)

تو معلوم ہوا کہ بپتسمہ ہوتا ہی گناہوں کی معافی کے لئے ہے۔اور حضرت مسیح کے متعلق بائبل

میں ہی لکھا ہے کہ آپ نے حضرت یوحنا سے بپتسمہ لیا تھا، چنانچہ بائبل میں مرقوم ہے’’اور اُن دنوں ایسا ہوا کہ یسوع نے گلیل کے ناصرۃ سے آ کر یردن میں یوحنا سے بپتسمہ لیا۔(انجیل مرقس باب ا آیت ۹)

جب حضرت مسیح نے خود گناہ کی معافی کے لئے حضرت یوحنا سے بپتسمہ لیا ہے تو ثابت ہوا کہ حضرت مسیح علیہ السلام بھی گناہگار تھے، پھر حضرت مسیح دوسروں کی طرف سے کفارہ کیسے بن گئے؟

دوسری دلیل:.

ماں کو حقارت سے پکارنا گناہ ہے، بقول انجیل یسوع مسیح نے یہ گناہ بھی کیا تھا، چنانچہ لکھا ہے’’جب وہ بھیڑ سے یہ کہہ رہا تھا، اس کی ماں اور بھائی باہر کھڑے تھے اور اس سے بات کرنا چاہتے تھے، کسی نے اس سے کہا: دیکھ تیری ماں اور تیرے بھائی باہر کھڑے ہیں اور تجھ سے بات کرنا چاہتے ہیں، اس نے خبر دینے والے کو جواب میں کہا: کون ہے میری ماں؟ اور کون ہیں میرے بھائی؟ (انجیل متی باب ۱۲ آیت ۴۶، ۴۷) اسی طرح دوسری جگہ مرقوم ہے’’پھر تیسرے دن قانایِ گلیل میں ایک شادی ہوئی اور یسوع کی ماں وہاں تھی اور یسوع اور اس کے شاگردوں کی بھی اس شادی میں دعوت تھی اور جب مَے ہو چکی تو یسوع کی ماں نے اس سے کہا: کہ ان کے پاس مَے نہیں رہی، یسوع نے اس سے کہا: اے عورت مجھے تجھ سے کیا کام؟ (انجیلِ یوحنا باب ۲ آیت :۱،۴) تو ثابت ہوا کہ یسوع مسیح نے ماں کو حقارت سے پکا کر گناہ کا ارتکاب کیا ہے، پھر گناہگار ہونے کے باوجود حضرت مسیح دوسروں کے لئے کفارہ کیسے بن گئے؟

تیسری دلیل:.

زمین میں فساد مچانا اور گھر والوں کو آپس میں لڑانا بھی ایک مستقل طور پر گناہ ہے، حضرت مسیحؑ خود اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ میں زمین پر صُلح کروانے نہیں آیا بلکہ جدائی ڈلوانے آیا ہوں، چنانچہ انجیل میں مرقوم ہے’’کیا تم گمان کرتے ہو کہ میں زمین پر صلح کرانے آیا ہوں؟ میں تم سے کہتا ہوں کہ نہیں بلکہ جدائی کرانے، کیونکہ اب سے ایک گھر کے

پانچ آدمی آپس میں مخالفت رکھیں گے، دو سے تین اور تین سے دو، باپ بیٹے سے مخالفت رکھے گا اور بیٹا باپ سے ماں بیٹی سے اور بیٹی ماں سے، ساس بہو سے اور بہو ساس سے (انجیلِ لوقا باب۱۲ آیت ۵۱، ۵۳)

اس سے پہلی دو آیات میں لکھا ہے ''میں زمین پر آگ بڑھکانے آیا ہوں اور اگر آگ لگ چکی ہوتی تو میں کیا ہی خوش ہوتا لیکن مجھے ایک بپتسمہ لینا ہے اور جب تک وہ نہ ہولے میں بہت ہی تنگ رہوں گا۔ (انجیل لوقا باب۱۲ آیت ۴۹، ۵۰)

ان آیات کی روشنی میں بھی حضرت مسیح گناہگار ثابت ہوتے ہیں، اس لئے کہ انبیاء کی بعثت کا مقصد لوگوں میں اتفاق اور اتحاد پیدا کرنا ہوتا ہے، جب ان آیات کی روشنی میں بھی حضرت مسیح گناہگار ثابت ہوتے ہیں تو وہ دوسروں کے لئے گناہوں کا کفارہ کیسے بن سکتے ہیں؟

چوتھی دلیل:۔

شراب از روئے بائبل بُرا فعل ہے چنانچہ بائبل میں لکھا ہے ''بدکاری اور مَے اور نئی مَے سے بصیرت جاتی رہتی ہے۔ (ہوسیعَ باب۴ آیت ۱۱)

معلوم ہوا کہ شراب بُرا فعل ہے جب کہ بقول بائبل حضرت مسیح کا پہلا معجزہ ہی یہ تھا کہ آپ نے پانی کو شراب میں بدل دیا اور وہ شراب حاضرین مجلس نے پی، چنانچہ لکھا ہے ''وہاں یہودیوں کی طہارت کے دستور کے موافق پتھر کے چھ مٹکے رکھے تھے اور ان میں دو دو تین تین من کی گنجائش تھی، یسوع نے ان سے کہا مٹکوں میں پانی بھر دو، پس انہوں نے ان کو لبالب بھر دیا، پھر اس نے ان سے کہا: اب نکال کر میر مجلس کے پاس لے جاؤ، پس وہ لے گئے، جب میرِ مجلس نے وہ پانی چکھا جو مَے بن گیا تھا اور جانتا نہ تھا کہ یہ کہاں سے آئی ہے (مگر خادم جنہوں نے پانی بھرا تھا جانتے تھے) تو میرِ مجلس نے دُلہا کو بلا کر اس سے کہا: ہر شخص پہلے اچھی مَے پیش کرتا ہے اور ناقص اس وقت جب پی کر چھک گئے مگر تو نے اچھی مے اب تک رکھ چھوڑی ہے، یہ پہلا معجزہ یسوع نے قانائے گلیل میں دکھا کر اپنا جلال ظاہر کیا اور اس کے شاگرد اس پر ایمان لائے''۔ (انجیل یوحنا باب۲ آیت ۶، ۱۱)

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام خود شراب کے فعل میں شریک تھے، تو آپ اس فعل کی وجہ سے بھی گناہگار ثابت ہوئے، پھر آپ دوسروں کے لئے کفارہ کیسے بن گئے؟

حضرت یُوحنا بائبل کی نظر میں:۔

حضرت مسیح علیہ السلام یوحنا کی بزرگی کے بہت زیادہ قائل تھے، چنانچہ آپ فرماتے ہیں "میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو عورتوں سے پیدا ہوئے ہیں اُن میں یوحنا بپتسمہ دینے والے سے بڑا کوئی نہیں ہوا۔ (انجیل متی باب ۱۱ آیت ۱۱)

اس کے علاوہ بائبل کی رُو سے حضرت یوحنا (یحییٰ) علیہ السلام اپنی پرہیز گاری، خدا پرستی، روحانی قوت، مستقل مزاجی، حق پر ثابت قدمی میں حضرت مسیح سے کم نہ تھے، چنانچہ آپ کی پیدائش سے قبل آپ کے والد حضرت زکریا علیہ السلام کو یہ بشارت ملی "مگر فرشتہ نے اس سے کہا: اے زکریا: خوف نہ کر، کیونکہ تیری دعا سن لی گئی اور تیرے لئے تیری بیوی اِلیشبعؔ کے بیٹا ہوگا، تو اس کا نام یوحنا رکھنا اور تجھے خوشی اور خرمی ہوگی اور بہت سے لوگ اس کی پیدایش کے سبب سے خوش ہوں گے، کیونکہ وہ خداوند کے حضور میں بزرگ ہوگا اور ہرگز نہ مَے نہ کوئی اور شراب پیئے گا اور اپنی ماں کے بطن سے ہی روح القدس سے بھر جائے گا، اور بہت سے بنی اسرائیل کو خداوند کی طرف جو ان کا خدا ہے پھیرے گا اور وہ ایلیا کی روح اور قوت میں اس کے آگے آگے چلے گا کہ والدوں کے دل اولاد کی طرف اور نافرمانوں کو راستبازوں کی دانائی پر چلنے کی طرف پھیرے اور خداوند کے لئے ایک مستعد قوم تیار کرے۔ (انجیل لوقا باب ۱ آیت ۱۳۔۱۷)

ان آیات میں حضرت یوحنا علیہ السلام کی چند خصوصیات بیان کی گئی ہیں کہ حضرت یوحنا اللہ تعالیٰ کے ہاں راستباز اور بزرگ ہوں گے اور کوئی شراب نہیں پئیں گے اور اپنی ماں کے بطن میں روح القدس سے بھر جائیں گے، وغیرہ وغیرہ، انجیل میں ایک جگہ لکھا ہے "کیونکہ یوحنا نہ کھاتا آیا نہ پیتا اور وہ کہتے ہیں کہ اس میں بدروح ہے، ابن آدم کھاتا پیتا آیا اور وہ کہتے

ہیں دیکھو کھاؤ اور شرابی آدمی ،محصول لینے والوں اور گناہگاروں کا یار‘‘۔(انجیل متی باب ۱۱ آیت ۱۸،۱۹)

ان آیات میں حضرت یوحنا کی دوصفات بیان کی گئی ہیں (۱) آپ کھاتے نہیں تھے (۲) آپ پیتے نہیں تھے،اس وجہ لوگ آپ کو سمجھتے تھے کہ آپ میں بدروح ہے،حضرت مسیح کی ان آیات میں چند صفات بیان کی گئی ہیں (۱) کھاتے پیتے تھے (۲) لوگ آپ کو شرابی اور کھاؤ کہتے تھے (۳) حضرت مسیح کے چند حواری محصول لیتے تھے،اس لئے حضرت مسیح کو ان کے حواریوں کی طرف نسبت کر کے لوگ محصول لینے والوں اور گناہگاروں کا یار کہتے تھے۔

گناہوں کا کفارہ بننے کا مستحق کون:۔

گناہوں کے کفارہ کے سلسلہ میں پہلے یہ بات بیان کی جا چکی ہے کہ بائبل کے بیان کے مطابق انسان کے عام گناہوں کا کفارہ مال ہے۔(امثال باب ۱۳ آیت ۷) اور موروثی گناہ کی سزا عورت کو دَردِزہ کی صورت میں ملی ہے(پیدایش باب ۳ آیت ۱۶)اور مرد کو پسینے سے کمائی کر کے کھانے کی صورت میں (پیدایش باب ۳ آیت ۱۹)۔

اس لئے موروثی گناہ کا کفارہ انسان نہیں بن سکتا ہے ،لیکن اگر بالفرض مسیحی حضرات کی اس بات کو تسلیم کر لیا جائے کہ انسان موروثی گناہ کا کفارہ ہے تو پھر بھی حضرت مسیح گناہوں کا کفارہ نہیں بن سکتے اس لئے کہ ہم بائبل کے بیان کے مطابق ان کا شراب وغیرہ پینے کی وجہ سے گناہگار ہونا ثابت کر چکے ہیں ،اگر کفارہ بننا ہی تھا تو زکریا نامی کاہن اور دانی ایل اور یُوحنا میں سے کوئی بنتا،جو کہ بقول بائبل بالکل گناہوں سے پاک اور راستباز تھے، چنانچہ بائبل میں زکریا نامی کاہن (حضرت زکریا علیہ السلام) کے متعلق لکھا ہے’’یہودیہ کے بادشاہ ہیرودیس کے زمانہ میں اَبیّاہ کے فریق میں سے زکریا نام کا ایک کاہن تھا اور اس کی بیوی ہارون کی اولاد میں سے تھی اور اس کا نام اِلیشبع تھا،اور وہ دونوں خدا کے حضور راستباز اور خداوند کے سب احکام وقوانین پر بے عیب چلنے والے تھے۔(انجیل لوقا باب ۱ آیت ۵،۶)

اورحضرت دانی ایل (دانیال) علیہ السلام کے متعلق بائبل میں لکھا ہے لیکن دانی ایل نے اپنے دل میں ارادہ کیا کہ اپنے آپ کو شاہی خوراک سے اوراس کی مَے سے جو وہ پیتا تھا ناپاک نہ کرے، اس لئے اس نے خواجہ سراؤں کے سردار سے درخواست کی کہ وہ اپنے آپ کو ناپاک کرنے سے دُور رکھا جائے اور خدا نے دانی ایل کو خواجہ سراؤں کے سردار کی نظر میں مقبول محبوب ٹھہرایا۔(دانی ایل باب ۱ آیت ۸،۹)''اور دانی ایل ہر طرح کی رویا اور خواب میں صاحب فہم تھا،(دانی ایل باب ۱ آیت ۱۷)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ زکریا اور یوحنا اور دانی ایل شراب وغیرہ سے بچتے تھے اور خدا کے ہاں واستباز تھے تو اگر کفارہ بننا ہی تھا تو دانی ایل اور زکریا اور یوحنا اس کے زیادہ مستحق تھے نہ کہ حضرت مسیحؑ۔

نوٹ: عقیدہ کفارہ کو ہم نے تفصیل کے ساتھ اس لئے بیان کیا ہے کہ اس عقیدہ کی بنیاد عقیدہ صلیب پر ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ یہی عقیدہ عیسائی مذہب کی جان ہے اور مسیحی عقائد میں سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے بقیہ جتنے بھی مسیحی عقائد ہیں وہ سب کے سب عقیدہ کفارہ کی تمہید ہیں، ہم نے عقیدہ کفارہ کا باطل ہونا ثابت کر دیا ہے، جب یہ عقیدہ باطل ثابت ہوگیا ہے تو عقیدہ صلیب جس پر اس کا مدار ہے وہ بھی باطل ثابت ہوگیا اور بقیہ عقائد کی بھی اس کے ضمن میں بنیادیں کھوکھلی ہوگئی ہیں۔

عقیدہ کفارہ پر استدلات اور ان کا جواب:۔

اربعہ کی وہ آیات جن سے مسیحی حضرات عقیدہ کفارہ پر استدلال کرتے ہیں یہ ہیں۔

(۱) ابن آدم اس لئے نہیں آیا کہ خدمت لے بلکہ اس لئے کہ خدمت کرے اور اپنی جان بہتیروں کے بدلے فدیہ میں دے۔(انجیل متی باب ۲۰ آیت ۲۸، انجیل مرقس باب ۱۰ آیت ۴۵)

(۲)''کیونکہ میری آنکھوں نے تیری نجات دیکھ لی ہے۔(انجیل لوقا باب ۲ آیت ۳۰)

(۳) ''یہ میرا وہ عہد کا خون ہے جو بہتروں کے لئے گناہوں کی معافی کے واسطے بہایا جاتا ہے'' (انجیل متی باب ۲۶ آیت ۲۸)

(۴) حضرت مسیح نے فرمایا ''ابن آدم کھوئے ہوؤں کو ڈھونڈنے اور نجات دینے آیا ہے۔ (انجیل لوقا باب ۱۹ آیت ۱۰)

(۵) فرشتے نے ان سے کہا...... تمہارے لئے ایک منجّی پیدا ہوا ہے یعنی مسیح خداوند'' (انجیل لوقا باب ۱۲ آیت ۱۱)

(۶) ''اس کے بیٹا ہوگا، اور تو اس کا نام یسوع رکھنا، کیونکہ وہی اپنے لوگوں کو ان کے گناہوں سے نجات دے گا۔ (انجیل متی باب ۱ آیت ۲۱) یہ وہ آیات جن سے مسیحی حضرات عقیدہ کفارہ پر استدلال کرتے ہیں۔

جواب:۔

اگر انصاف سے ان آیات کی طرف غور کیا جائے تو ان سے یہ بات ہرگز ثابت نہیں ہوتی کہ حضرت آدم علیہ السلام کے گناہ کی وجہ سے ان کی قوت اِرادی سلب ہوگئی تھی اور اس کی وجہ سے ہر پیدا ہونے والا بچہ بھی دائمی گناہ اور عذاب کا مستحق تھا، پھر تمام دنیا کا اصلی گناہ خدا کے بیٹے نے پھانسی پر چڑھ کر اپنے اوپر لیا اور اس سے تمام دنیا والوں کے اصلی گناہ معاف ہوگئے، اور اگر یہ بات مان لی جائے کہ مذکورہ آیات سے حضرت مسیح کا مقصد یہی تھا کہ عقیدہ کفارہ کی وضاحت کریں تو سوال یہ ہے کہ حضرت مسیح نے اس عقیدہ کی تمام تفصیلات کو کیوں نہیں سمجھایا؟ جب کہ یہ عقیدہ دین کے بنیادی عقائد میں سے تھا اور اس عقیدہ پر ایمان لائے بغیر نجات ممکن نہیں؟

صحیح بات یہ ہے کہ ان تمام آیات کا مطلب یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام گمراہی کی تاریکیوں اور اندھیروں میں بھٹکنے والوں کو نجات اور ہدایت کا راستہ دکھانے کے لئے تشریف لائے ہیں اور جو لوگ اپنی بداعمالیوں اور کفر و شرک کی وجہ سے اپنے آپ کو دائمی عذاب کا مستحق بنا چکے ہیں، انہیں ہدایت کا سیدھا راستہ دکھا کر انہیں جہنم کے عذاب سے چھٹکارا دلانا چاہتے ہیں، خواہ انہیں اپنی ان تبلیغی خدمات کے جرم میں کتنی ہی تکلیفیں برداشت کرنی پڑیں، اور لوگوں کو گمراہی سے نکالنے اور ان کے سابقہ گناہوں کی معافی کا سامان

پیدا کرنے کے لئے حضرت مسیح علیہ السلام اپنی جان تک قربان کرنے کے لئے تیار ہیں ان آیات میں غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ حضرت مسیحؑ ان آیات میں اسی آمادگی کا آظہار فرما رہے ہیں۔

قارئین سے گذارش ہے کہ اگر ان کے پاس بائبل ہو تو وہ اس میں حضرت مسیح کے حواریوں کے حالات غور سے پڑھیں، ان میں حضرت مسیح کے حواریوں سے بھی کوئی جملہ ایسا نہیں ملے گا، جس سے عقیدہ کفارہ کی سند مذکورہ وضاحت سے ملتی ہو، سوائے پولس کے، یہ شخص حضرت مسیحؑ کے حواریوں میں سے نہیں تھا، بلکہ کٹر یہودی تھا، اس نے اپنے آپ کو عیسائی ظاہر کر کے عیسائیت کا مبلغ بن کر عیسائیت کی جڑیں ہلا کر رکھ دیں۔

عقیة تثلیث اور عقیدہ حُلُول اور حضرت مسیح علیہ السلام:۔

مسیحی حضرات کا عقیدہ ہے کہ ایک تین میں اور تین ایک میں، یہ ایک عجیب گورکھ دھندہ ہے جس پر ایمان لانا ضروری ہے لیکن اس کا مفہوم آج تک مسیحی حضرات سمجھانے سے قاصر ہیں کہ تین ایک کیسے اور ایک تین کیسے؟ مسیحی حضرات کہتے ہیں کہ باپ (اللہ تعالیٰ) خدا، بیٹا (حضرت مسیح) خدا، رُوح القدس خدا، پھر یہ تینوں مل کر ایک خدا، گویا کہ مسیحی حضرات کے نزدیک خدا تین اقانیم (باپ، بیٹا، روح القدس) کا مجموعہ ہے، پھر ان تینوں میں سے ہر ایک مستقل طور پر ایک ایک خدا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ مسیحی حضرات کے ہاں توحید بھی حقیقی ہے اور تثلیث بھی حقیقی ہے اگر ان میں سے ایک مجازی اور دوسری حقیقی ہوتی تو کوئی اعتراض نہیں تھا، لیکن جب واحد بھی حقیقی ہے اور تین بھی حقیقی ہے تو اس صورت میں بہت سی خرابیاں لازم آتی ہیں۔

(۱) اس صورت میں اجتماع ضدین لازم آتا ہے، یعنی ایک اور تین کا اجتماع لازم آتا ہے۔

(۲) تثلیث ماننے کی صورت میں تعدّدِ خدا لازم آئے گا، یعنی ایک سے زیادہ

خداؤں کا ہونا لازم آئے گا۔

(۳) واحد حقیقی کا ثلث صحیح موجود نہیں ہوتا اور تین کا ثلثِ صحیح یعنی ایک موجود ہے، تو خرابی یہ لازم آئے گی کہ ایک حیثیت سے اس میں ثلثِ صحیح ہوگا اور ایک حیثیت سے اس میں ثلثِ صحیح نہیں ہوگا۔

(۴) تین کا عدد تین وحدتوں کا مجموعہ ہے گویا کہ وہ تین افراد سے مرکب ہے، اور وحدتِ حقیقی کا کوئی جز نہیں ہوتا جس سے وہ مرکب ہو، تو اس طرح ترکیب اور عدمِ ترکیب خداتعالیٰ میں ماننی پڑے گی۔

(۵) ایک تین کا جز ہے، اگر خدا ایک بھی ہو اور تین بھی ہوں تو کل کا جز ہونا اور جز کا کل ہونا لازم آئے گا۔

(۶) اس صورت میں خداتعالیٰ کا اجزائے غیر متناھیہ سے مرکب ہونا لازم آئے گا، کیونکہ واحد کے اندر جب تثلیث پائی جائیگی تو گویا اس میں تین واحد پائے گئے اور ہر واحد میں تثلیث ہے تو گویا ۹ واحد ہوگئے، اور ہر واحد میں تین ہوتے ہیں گویا ۲۷ واحد پائے گئے، اسی طرح چلتے جائیں گے اور اجزائے غیر متناھیہ سے مرکب ہونا لازم آئے گا۔

معلوم ہوا کہ عقیدہ تثلیث انتہائی گنجلک اور مُبہم ہے، انسانی عقل اس کو خود سمجھ نہیں سکتی، لہٰذا وحی کے ذریعہ اس عقیدہ کی وضاحت ضرور ہونی چاہیے تھی اور جب یہ عقیدہ اتنا ضروری تھا تو حضرت مسیح علیہ السلام کے ذمہ تھا کہ وہ اس عقیدہ کو اطمینان بخش دلائل کے ساتھ لوگوں کے سامنے بیان کرتے تاکہ لوگ اس عقیدہ کے بارے میں کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہوتے، اور اگر اس عقیدے کی حقیقت انسانی سمجھ سے بالاتر تھی تو حضرت مسیح کو کم از کم لوگوں کے سامنے اتنا تو کہہ دینا چاہیے تھا کہ یہ عقیدہ تمہاری سمجھ سے بالاتر ہے اس لئے تم اس کے دلائل پر غور کئے بغیر اُسے مان لو، لیکن جب ہم حضرت مسیح کے ارشادات پر نظر ڈالتے ہیں تو اس بات کی کوئی صراحت معلوم نہیں ہوتی کہ آپ نے اپنی پوری زندگی میں ایک مرتبہ بھی اس عقیدے کو بیان کیا ہو لیکن اس کے برعکس حضرت مسیح علیہ السلام اپنی پوری زندگی توحید کی تعلیم دیتے رہے اور کبھی یہ نہیں فرمایا کہ خدا تین چیزوں سے مرکب ہے اور یہ تین مل کر ایک ہیں، خداتعالیٰ کے بارے میں حضرت مسیح علیہ السلام کے بے شمار ارشادات ہیں جن سے

توحید کی تائید اور تثلیث کا رد معلوم ہوتا ہے۔

چنانچہ لکھا ہے ’’اور زمین پر کسی کو اپنا باپ نہ کہو کیونکہ تمہارا باپ ایک ہے جو آسمانی ہے اور نہ تم ہادی کہلاؤ کیونکہ تمہارا ہادی ایک ہی ہے یعنی مسیحؑ (انجیل متی باب ۲۳ آیت ۹، ۱۰)

’’اور ان میں سے ایک عالم شرع نے آزمانے کے لئے اس سے پوچھا: اے استاد توریت میں کون سا حکم بڑا ہے؟ اس نے اس سے کہا کہ خداوند اپنے خدا سے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری عقل سے محبت رکھ، بڑا اور پہلا حکم یہی ہے اور دوسرا اس کی مانند یہ ہے کہ اپنے پڑوسی سے اپنے برابر محبت رکھ، انہی دو حکموں پر تمام توریت اور انبیاء کے صحیفوں کا مدار ہے‘‘ (انجیل متی باب ۲۲ آیت ۳۵، ۴۰)

’’اور جب وہ باہر نکل کر راہ میں جا رہا تھا تو ایک شخص دوڑتا ہوا اس کے پاس آیا اور اس کے آگے گھٹنے ٹیک کر اس سے پوچھنے لگا: اے نیک استاد! میں کیا کروں کہ ہمیشہ کی زندگی کا وارث بنوں؟ یسوع نے اس سے کہا تو مجھے کیوں نیک کہتا ہے؟ کوئی نیک نہیں مگر ایک یعنی خدا (انجیل مرقس باب ۱۰ آیت ۱۷، ۱۸)

حضرت مسیح نے اللہ تعالیٰ سے مناجات کرتے ہوئے فرمایا ’’اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدای واحد اور برحق کو اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے جانیں، جو کام تو نے مجھے کرنے کو دیا تھا اس کو تمام کر کے میں نے زمین پر تیرا جلال ظاہر کیا‘‘ (انجیل یوحنا باب ۱۷ آیت ۳، ۴)

’’لیکن اپنی دہنی یا بائیں طرف کسی کا بٹھا دینا میرا کام نہیں مگر جن کے لئے تیار کیا گیا ان ہی کے لئے ہے‘‘ (انجیل مرقس باب ۱۰ آیت ۴۰)

’’وہ پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ سب حکموں میں اول کون سا ہے؟ یسوع نے جواب دیا کہ اول یہ ہے کہ اے اسرائیل سن! خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے اور تو خداوند اپنے خدا سے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری عقل اور اپنی ساری طاقت سے محبت رکھ، دوسرا یہ ہے کہ تو اپنے پڑوسی سے اپنے برابر محبت رکھ، ان سے بڑا اور کوئی حکم نہیں‘‘ (انجیل مرقس باب ۱۲ آیت ۲۸ تا ۳۱)

’’یسوع نے اس سے کہا: اے شیطان دور ہو، کیونکہ لکھا ہے ہے کہ تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور صرف اسی کی عبادت کر‘‘ (انجیل متی باب ۴ آیت ۱۰)

حضرت مسیح نے فرمایا ''تم جو ایک دوسرے سے عزت چاہتے ہو اور وہ عزت جو خدائے واحد کی طرف سے ہوتی ہے نہیں چاہتے ، کیونکر ایمان لا سکتے ہو؟ (انجیل یوحنا باب ۵ آیت ۴۴)

''لیکن میں تمہیں جتاتا ہوں کہ کس سے ڈرنا چاہیے ،اُس سے ڈرو جس کو اختیار ہے کہ قتل کرنے کے بعد جہنم میں ڈالے ،ہاں میں تم سے کہتا ہوں کہ اسی سے ڈرو'' (انجیل لوقا باب ۱۲ آیت ۵)

''اور ابلیس نے اُسے اونچے پر لے جا کر دنیا کی سب سلطنتیں پل بھر میں دکھائیں اور اس سے کہا: یہ سارا اختیار اور ان کی شان وشوکت میں تجھے دے دوں گا کیونکہ یہ میرے سپرد ہے اور جس کو چاہتا ہوں دیتا ہوں ،پس اگر تو میرے آگے سجدہ کرے تو یہ سب تیرا ہوگا، یسوع نے جواب میں اس سے کہا: لکھا ہے کہ تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور صرف اسی کی عبادت کر'' (انجیل لوقا باب ۴ آیت ۵، ۸)

ان عبارات میں غور فرمائیں آپ کو ان میں تثلیث کی بُو بھی نہیں آئے گی اور نہ ان میں حضرت مسیح نے یہ فرمایا ہے کہ میں درحقیقت خدا ہوں اور تمہارے گناہوں کو معاف کرنے کے لئے انسانی روپ میں حُلول کر کے آیا ہوں ، جب یہ بات حضرت کے ارشادات سے ثابت نہیں ہے تو زبردستی اس کو حضرت مسیح کے گلے ڈال دینا حضرت مسیح پر کتنا بڑا بہتان ہے؟

حضرت مسیح کے ارشادات کے علاوہ جگہ جگہ بائبل میں بہت زیادہ توحید بیان کی گئی ہے، حضرت مسیح کے ارشادات کے علاوہ بھی تثلیث کا سراغ کہیں سے نہیں ملتا۔

چند آیاتِ توحید یہ ہیں۔ ''یہ سب کچھ تجھ کو دکھایا گیا تا کہ تو جان لے کہ خداوند ہی خدا ہے اور اس کے سوا اور کوئی ہے ہی نہیں'' (استثنا باب ۴ آیت ۳۵)

''پس آج کے دن تو جان لے اور اس بات کو اپنے دل میں جما لے کہ اُوپر آسمان میں اور نیچے زمین پر خداوند ہی خدا ہے اور کوئی دوسرا نہیں'' (استثنا باب ۴ آیت ۳۹)

''سن اے اسرائیل: خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے تو اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری طاقت سے خداوند اپنے خدا سے محبت رکھ اور یہ باتیں جن کا حکم آج میں تجھے دیتا ہوں تیرے دل پر نقش رہیں اور تو ان کو اپنی اولاد کے ذہن نشین

کرنا اور گھر بیٹھے اور راہ چلتے اور لیٹتے اور اٹھتے وقت ان کا ذکر کیا کرنا اور تو نشان کے طور پر ان کو اپنے ہاتھ پر باندھنا اور تیری پیشانی پر ٹیکوں کی مانند ہوں، اور تو ان کو اپنے گھر کی چوکھٹوں اور پھاٹکوں پر لکھنا'' (استثنا باب ۶ آیت ۴، ۹)

ان آیات میں غور فرمائیں کہ پیشانیوں اور ہاتھ پر باندھنے اور گھر کی چوکھٹوں اور پھاٹکوں پر توحید کے نشان کا حکم دیا جا رہا ہے یا صلیب کے اور تثلیث کے نشان کا؟ کیا اس سے واضح دلیل بھی توحید پر کوئی اور ہوگی؟ کیا اسرائیل کو اپنی نسل میں بھی توحید پر قائم رہنے کا حکم نہیں دیا جا رہا؟ کیا حضرت مسیح حضرت مریم کے واسطہ سے اسرائیل کی اولاد میں سے نہیں ہیں؟

بائبل میں مزید لکھا ہے ''اور خداوند کی مانند کوئی قدوس نہیں، کیونکہ تیرے سوا اور کوئی ہے ہی نہیں اور نہ کوئی چٹان ہے جو ہمارے خدا کی مانند ہو۔ (سموئیل نمبر ا باب ۲ آیت ۲، ۳) ''اور حزقیاہ نے خداوند کے حضور یوں دعا کی: اے خداوند! اسرائیل کے خدا کروبیوں کے اوپر بیٹھنے والے تو ہی اکیلا زمین کی سب سلطنتوں کا خدا ہے، تو ہی نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا'' (سلاطین نمبر ۲ باب ۱۹ آیت ۱۵)

''سو اب اے خداوند ہمارے خدا میں تیری منت کرتا ہوں کہ تو ہم کو اس کے ہاتھ سے بچا لے تا کہ زمین کی سب سلطنتیں جان لیں کہ تو ہی اکیلا خداوند خدا ہے'' (سلاطین نمبر ۲ باب ۱ آیت ۱۹)

''اے خدواند کوئی تیری مانند نہیں اور تیرے سوا جسے ہم نے اپنے کانوں سے سنا ہے اور کوئی خدا نہیں'' (تواریخ نمبر ا باب ۱۷ آیت ۲۰)

ان حوالہ جات کے علاوہ پولُس جس نے مسیحیت کی حقیقت ہی بدل کر رکھ دی تھی، اس کے منہ سے بھی حق نکل ہی گیا، وہ لکھتا ہے ''کیونکہ خدا ایک ہے اور خدا اور انسان کے بیچ میں درمیانی بھی ایک یعنی مسیح یسوع جو انسان ہے (تیمتھیس کے نام کا پہلا خط باب ۲ آیت ۵)

ان تمام آیات میں بھی تثلیث اور حُلُول کا کوئی تصور نہیں پایا جاتا۔

لفظ خدااور خداوند بائبل کی نظر میں:۔

حضرت مسیح کے ارشادات اور بائبل کوحوالوں کے بعد اگر کسی کی بات پر اعتماد کیا جاسکتا ہے تو وہ حضرت مسیح کے حواری ہیں ،حضرت مسیح کے حواریوں کے ارشادات کی طرف بھی اگر انصاف سے غور کیا جائے تو ان میں بھی تثلیث اور حُلُول کا کوئی تصورنہیں ملتا،البتہ ایک بات ضرور ہے کہ انجیل وغیرہ میں حضرت مسیح کی طرف خداوند کالفظ منسوب ہے اوراس کے علاوہ خدا کا لفظ حضرت مسیح کی طرف منسوب ہے۔

لفظ خدااصل میں فارسی زبان کا لفظ ہے،جس کے معنی ہیں خودآ ،یعنی یہ لفظ واجب الوجود کے مترادف ہے،اور لفظ خداصرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص نہیں ہے،اناجیل اربعہ میں آپ کوکئی جگہ لفظ خدا حضرت مسیح علیہ السلام کی طرف منسوب بھی ملے گااور انجیل میں اس کے حقیقی معنی مرادنہیں ہیں بلکہ اس میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ میں مجازی معنی مراد ہیں،لہٰذا لفظ خداصرف اللہ تعالیٰ کے لئے خاص نہیں ہے۔

اور لفظ خداوند آقا،ہادی اوراستاد کے معنی میں بکثرت استعمال ہوا ہے،حضرت مسیح کے حواری حضرت مسیح کے لئے لفظ خداونداور لفظ خدااور ربّی اسی معنی میں استعمال کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ بائبل میں لفظ خداوند حضرت مسیح کے علاوہ اور بھی کئی افراد کے لئے استعمال ہوا ہے جس کی چندمثالیں یہ ہیں۔

ایک جگہ بائبل میں لفظ خداحضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے استعمال ہوا ہے، چنانچہ لکھاہے’’پھرخداوند نے موسیٰ سے کہا:دیکھ میں نے تجھے فرعون کے لئے گویاخداٹھہرایااور تیرابھائی ہارون تیراپیغمبر ہوگا۔(خروج باب ۷آیت ۱)

اورایک جگہ جہاں پرانبیاء کے لئے خدا کالفظ استعمال ہوا ہے یہ ہے’’جب کہ اس نے انہیں خداکہاجن کے پاس خدا کا کلام آیا(انجیل یوحناباب۱۰آیت ۳۵)

’’اور جب خداابرہام سے باتیں کرچکاتواس کے پاس سےاوپر چلا گیا‘‘(پیدائش باب ۱۷آیت۲۲)اس آیت میں حضرت ابرھیم علیہ السلام سے باتیں کرنے والے کے لئے خدا کالفظ استعمال ہوا ہے حالانکہ وہ باتیں کرنے والافرشتہ تھا آخری الفاظ’’اس کے پاس سے اوپر چلاگیا‘‘اس بات کی شہادت دے رہے ہیں کہ وہ فرشتہ تھا۔

اسی طرح ایک اور جگہ فرشتہ نے اپنے لئے خدا کا لفظ استعمال کیا ہے، لکھا ہے ’’اور خداوند کا فرشتہ ایک جھاڑی میں سے آگ کے شعلہ میں اس پر ظاہر ہوا، اس نے نگاہ کی اور کیا دیکھتا ہے کہ ایک جھاڑی میں آگ لگی ہوئی ہے پر وہ جھاڑی بھسم نہیں ہوتی، تب موسیٰ نے کہا: میں اب ذرا اُدھر کترا کر اس بڑے منظر کو دیکھوں کہ یہ جھاڑی کیوں نہیں جل جاتی، جب خداوند نے دیکھا کہ وہ دیکھنے کو کترا کر آرہا ہے تو خدا نے اُسے جھاڑی میں سے پکارا اور کہا: اے موسیٰ! اے موسیٰ! اس نے کہا میں حاضر ہوں، تب اس نے کہا ادھر پاس مت آ، اپنے پاؤں سے جوتا اُتار، کیونکہ جس جگہ تو کھڑا ہے وہ مقدس زمین ہے، پھر اس نے کہا کہ میں تیرے باپ کا خدا یعنی ابرہام کا خدا اور اسحاق کا خدا اور یعقوب کا خدا ہوں، موسیٰ نے اپنا منہ چھپایا کیونکہ وہ خدا پر نظر کرنے سے ڈرتا تھا‘‘ (خروج باب ۳ آیت ۲،۶)

حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی اس مذکورہ آیت کی طرف اشارہ کر کے فرشتہ کو خدا کہا ہے حضرت مسیح نے فرمایا ’’کیا تم نے موسیٰ کی کتاب میں جھاڑی کے ذکر میں نہیں پڑھا؟ کہ خدا نے اس سے کہا کہ میں ابرہام کا خدا اور اسحاق کا خدا اور یعقوب کا خدا ہوں وہ تو مردوں کا خدا نہیں بلکہ زندوں کا ہے، پس تم بڑے گمراہ ہو‘‘ (انجیل مرقس باب ۱۲ آیت ۲۶،۲۷)

اور ایک مقام پر بادشاہ کے لئے بھی لفظ خداوند استعمال ہوا ہے ’’تب دانی ایل جس کا نام بیلطشضر ہے ایک ساعت تک سراسیمہ رہا اور اپنے خیالات میں پریشان ہوا، بادشاہ نے اس سے کہا: اے بیلطشضر! خواب اور اس کی تعبیر سے تو پریشان نہ ہو، بیلطشضر نے جواب دیا اے میرے خداوند یہ خواب تجھ سے کینہ رکھنے والوں کے لئے اور اس کی تعبیر دشمنوں کے لئے ہو‘‘ (دانی ایل باب ۴ آیت ۱۹)

مذکورہ حوالوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ خدا اور خداوندی کا لفظ حضرت مسیح کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ اس کا معنی آقا، استاد وغیرہ ہونے کی وجہ سے اس کا اطلاق انبیاء اور فرشتے اور بادشاہ اور عام سرداروں پر بھی ہوتا ہے، اس لئے لفظ خدا اور خداوند والی عبارتوں کو حضرت مسیح کی خدائی پر دلیل کے طور پر پیش کرنا صحیح نہیں ہے۔

حضرت مسیح حواریوں کی نظر میں:

حضرت مسیح کی حیثیت حواریوں کے نزدیک خدا کے برگزیدہ پیغمبر اور اس کے دین کے سچے خادم کے سوا نہیں تھی ، چنانچہ ایک مرتبہ تمام حواریوں نے ایک زبان ہو کر خدا سے مناجات کرتے ہوئے کہا کہ: ’’کیونکہ واقعی تیرے پاک خادم یسوع کے برخلاف جسے تو نے مسح کیا ہیرودیس اور پنطیس ، پیلاطُس غیر قوموں اور اسرائیلوں کے ساتھ اسی شہر میں جمع ہوئے‘‘ (اعمال باب۴ آیت ۲۷)

حضرت پطرس ایک مرتبہ یہودیوں کے سامنے تبلیغ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں ’’اے اسرائیلوں ! یہ باتیں سنو کہ یسوع ناصری ایک شخص تھا جس کا خدا کی طرف سے ہونا تم پر ان معجزوں اور عجیب کاموں اور نشانوں سے ثابت ہوا جو خدا نے اس کی معرفت تم میں دکھائے ، چنانچہ تم آپ ہی جانتے ہو‘‘ اعمال باب۲ آیت۲۲)

ان الفاظ کی طرف غور فرمائیں کہ حضرت پطرس یہودیوں کو عیسائیت کی تبلیغ کر رہے ہیں اور حضرت مسیح کا تعارف کراتے ہوئے پطرس فرماتے ہیں کہ یسوع ناصری ایک شخص تھا جس کا خدا کی طرف سے ہونا تم پر معجزوں وغیرہ سے ثابت ہوا، اگر مسیح علیہ السلام خدا ہوتے تو ان کو پطرس خدا کی طرف سے کہنے کی بجائے خدا کہتے اور عقیدہ تثلیث واقعی عیسائیت کا عقیدہ ہوتا تو حضرت مسیح کو ایک شخص کہنے کی بجائے خدا کا ایک اقنوم اور حصہ کہتے۔

ایک اور موقع پر فرماتے ہیں ’’ابرہام اور اضحاق اور یعقوب کے خدا یعنی ہمارے باپ دادا کے خدا نے اپنے خادم یسوع کو جلال دیا‘‘ (اعمال باب ۳ آیت ۱۳)

ایک جگہ برنباس حواری فرماتے ہیں ’’دلی ارادے سے خداوند سے لپٹے رہو کیونکہ وہ نیک مرد اور روح القدس اور ایمان سے معمور تھا‘‘ (اعمال باب ۱۱ آیت ۲۳،۲۴) اس آیت میں بھی حضرت مسیح کو نیک مرد اور مومن کہا گیا ہے ، اگر عقیدہ تثلیث کی کوئی حقیقت ہوتی تو حضرت برنباس اس کی وضاحت بھی ضرور فرماتے۔

حضرت مسیحؑ کون ؟

حضرت مسیح کی زبانی:۔

حضرت مسیح نے ارشاد فرمایا ’’مگر مجھے آج اور کل اور پرسوں اپنی راہ پر چلنا ضرور ہے، کیونکہ ممکن نہیں کہ نبی یروشلیم سے باہر ہلاک ہو،اے یروشلیم !اے یروشلیم !تو جو نبیوں کو قتل کرتی ہے اور جو تیرے پاس بھیجے گئے ان کو سنگسار کرتی ہے، کتنی ہی بار میں نے چاہا کہ جس طرح مرغی اپنے بچوں کو پروں تلے جمع کرلیتی ہے اسی طرح میں بھی تیرے بچوں کو جمع کروں مگر تو نے نہ چاہا‘‘ (انجیل لوقا باب ۱۳ آیت ۳۳،۳۴)

ان آیات میں حضرت مسیح نے خاص طور پر اپنے نبی ہونے کا ذکر کیا ہے، حضرت مسیح بقول بائبل جب سولی پر چڑھ کر ختم ہوگئے تو دوبارہ زندہ ہوکر دو آدمیوں سے ملے، مگر انہوں نے حضرت مسیح کو نہ پہچانا، حضرت مسیح کی ان سے بات چیت ہوئی ’’اس نے ان سے کہا: کیا ہوا ہے؟ انہوں نے اس کہا: یسوع ناصری کا ماجرا جو خدا اور ساری امت کے نزدیک کام اور کلام میں قدرت والا نبی تھا‘‘ (انجیل لوقا باب ۲۴ آیت ۱۹) ان الفاظ میں ان آدمیوں نے حضرت مسیح کو ساری امت کے نزدیک کام اور کلام میں قدرت والا نبی کہا ہے، حضرت مسیح اگر صرف خدا ہوتے تو کہہ دیتے کہ میں نبی نہیں ہوں بلکہ خدا ہوں، حضرت مسیح کا ان کی تردید نہ کرنا بھی اقرارِ نبوت ہے۔

حضرت مسیح کچھ چیزوں کی خبر دینے کے بعد ارشاد فرماتے ہیں ’’لیکن اس دن یا اس گھڑی کی بابت کوئی نہیں جانتا نہ آسمان کے فرشتے نہ بیٹا مگر باپ‘‘ (انجیل مرقس باب ۱۳ آیت ۳۲) یہاں پر حضرت مسیح نے فرمایا ہے ’’کہ اس گھڑی کی بابت کوئی نہیں جانتا نہ فرشتے اور نہ بیٹا یعنی حضرت مسیح البتہ باپ یعنی خدا جانتا ہے، اگر حضرت مسیح خدا ہوتے یا تین اقانیم میں سے ایک اقنوم ہوتے تو یہ نہ فرماتے کہ میں اس گھڑی کے متعلق نہیں جانتا، کیونکہ

خدا کو ہر بات کا علم ہوتا ہے، اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہوتی۔

حضرت مسیح اپنے حواریوں کے ساتھ جا رہے تھے کہ آپ کو بھوک لگی اور آپ اپنے حواریوں کے ساتھ انجیر کے درخت سے پھل حاصل کرنے گئے، چنانچہ لکھا ہے "دوسرے دن جب وہ بیت عنّیاہ سے نکلے تو اُسے بھوک لگی اور وہ دور سے انجیر کا ایک درخت جس میں پتے تھے دیکھ کر گیا کہ شاید اس میں کچھ پائے مگر جب اس کے پاس پہنچا تو پتوں کے سوا کچھ نہ پایا کیونکہ انجیر کا موسم نہ تھا، اس نے اس سے کہا: آئندہ کوئی تجھ سے کبھی پھل نہ کھائے اور اس کے شاگردوں نے سنا" (انجیل مرقس باب ۱۱ آیت ۱۲، ۱۴)

ان آیات میں غور فرمائیں کہ حضرت مسیح بھوک لگنے پر انجیر کے درخت کی طرف گئے تھے، پہلی بات یہ ہے کہ خدا کو بھوک نہیں لگتی، اس لئے کہ وہ کھانے پینے سے منزہ ہوتا ہے، دوسری بات یہ ہے حضرت مسیح کا انجیر کے پتوں کو درخت پر دیکھ کر اس کے پھل کو حاصل کرنے کے لئے جانا اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ حضرت مسیح کو اس کے پھل لگنے یا نہ لگنے کا علم نہیں تھا، کیونکہ اگر حضرت مسیح کو اس بات کا علم ہوتا کہ اس درخت پر پھل نہیں ہے تو آپ اس کے حاصل کرنے کے لئے درخت کی طرف نہ جاتے، یہ بات بھی اس پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت مسیح خدا نہیں تھے، اس لئے کہ خدا کو ہر چیز کا علم ہوتا ہے خواہ وہ چیز غائب ہو یا حاضر۔

تیسری بات یہ ہے کہ اگر حضرت مسیح خدا ہوتے تو اس درخت سے بے موسمہ پھل حاصل کرنے پر بھی قادر ہوتے، آپ کا درخت کو مخاطب کر کے یہ کہنا کہ آئندہ تجھ سے کوئی بھی پھل نہ کھائے، آپ کے اس سے پھل حاصل کرنے پر قدرت نہ ہونے کی دلیل ہے، اس لئے کہ ایسی باتیں غصہ کے طور پر اس وقت کہی جاتی ہیں کہ جب کوئی شخص کسی چیز کے حاصل کرنے سے عاجز آ جائے حالانکہ خدا ہر چیز پر قادر ہے۔

اسی طرح ایک مقام پر حضرت مسیح فرماتے ہیں "جو کوئی میرے نام پر ایسے بچوں میں سے ایک کو قبول کرتا ہے وہ مجھے قبول کرتا ہے اور جو کوئی مجھے قبول کرتا ہے، وہ مجھے نہیں بلکہ اُسے جس نے مجھے بھیجا ہے قبول کرتا ہے" (انجیل مرقس باب ۹ آیت ۳۷)

اگر حضرت مسیح خدا ہوتے تو اور جو کوئی مجھے قبول کرتا ہے وہ مجھے نہیں اسے جس نے مجھے بھیجا ہے قبول کرتا ہے فرمانے کی بجائے یوں فرماتے جو کوئی میرے نام پر بچوں میں سے ایک کو قبول کرتا ہے تو وہ خدا کو قبول کرتا ہے، یہاں حضرت مسیح کا اپنے اور بھیجے جانے والے کو علیحدہ بتانا دلیل ہے اس بات کی کہ حضرت مسیح علیہ السلام خدا نہیں تھے بلکہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے۔

ایک اور مقام پر حضرت مسیح یوں ارشاد فرماتے ہیں ''یسوع نے اُن سے کہا: نبی اپنے وطن اور رشتہ داروں اور اپنے گھر کے سوا اور کہیں بے عزت نہیں ہوتا'' (انجیل مرقس باب ۶ آیت ۴) یہاں حضرت مسیح نے صاف طور پر اپنے آپ کو نبی کہا ہے اگر حضرت مسیح خدا ہوتے تو آپ فرماتے کہ خدا کہیں بے عزت نہیں ہوتا۔

ایک اور مقام پر حضرت مسیح فرماتے ہیں ''میرا پیالہ تو پیو گے لیکن اپنے دہنے بائیں کسی کو بٹھانا میرا کام نہیں مگر جن کے لئے میرے باپ کی طرف سے تیار کیا گیا ان ہی کے لئے ہے'' (انجیل متی باب ۲۰ آیت ۲۳) اس عبارت میں حضرت مسیح نے کسی کو اپنے دہنے بائیں بٹھانے پر اختیار ہونے کی نفی فرمائی ہے، حالانکہ خدا کو ہر چیز پر اختیار ہوتا ہے۔

کیا ہی اچھا ہوتا کہ اگر اناجیل اِربعہ کے مصنف حضرت مسیح کے اس ارشاد کو بھی نقل کرتے جسے حضرت مسیح کے بزرگ اور قریبی حواری برنباس نے ذکر کیا ہے، انجیل برناباس میں حضرت مسیح ارشاد فرماتے ہیں ''میں تم سے سچ کہتا ہوں دل سے باتیں کرتا ہوا کہ ہر آئینہ میرے بھی رونگٹے کھڑے ہوں گے، اس لئے کہ دنیا مجھ کو معبود سمجھے گی اور مجھ پر لازم ہوگا کہ اس کے حضور میں حساب پیش کروں، اللہ کی زندگانی کی قسم ہے وہ اللہ کہ میری جان اس کے حضور میں کھڑی ہونے والی کہ بیشک میں بھی ایک فنا ہونے والا آدمی ہوں تمام انسانوں جیسا'' (انجیل برناباس اردو ترجمہ ص ۸۲)

سبحان اللہ! حضرت مسیح نے یہاں پر تو معاملہ ہی صاف کر دیا کہ میرے بعد لوگ مجھے معبود ٹھہرائیں گے، حالانکہ میں بھی دوسرے انسانوں کی طرح ایک فنا ہونے والا انسان ہوں، اس پر مزید تبصرہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے بات اپنے الفاظ سے ہی بالکل واضح ہے

،افسوس ہے تحریف کے ان شاہسواروں پر جنہوں نے حضرت مسیح کے بعد حضرت مسیح کے اس ارشاد کو بھی انجیل سے نکال دیا اور حضرت مسیح کو آپ کے بعد معبود بھی بنالیا۔

بائبل کی نظر میں خدااور عبادت کے لائق کون:

’’خداوند کی مانند کوئی قدوس نہیں، کیونکہ تیرے سوااور کوئی ہے ہی نہیں (سموئیل نمبرا آیت۲،۳، باب۲)

’’تیرا محافظ اونگھنے کانہیں، دیکھ اسرائیل کا محافظ نہ اونگھے گا نہ سوئے گا (ظہور باب ۱۲۱ آیت۳)

’’بقا صرف اسی کو ہے‘‘ (تیمتھیس ۶:۱۶)

’’ازل سے ابد تک تو ہی خدا ہے‘‘ (ظہور باب ۹۰ آیت۲)

’’کیونکہ تجھ کو کسی دوسرے معبود کی پرستش نہیں کرنی ہوگی اس لئے کہ خداوند جس کا نام غیور ہے وہ خدائے غیور ہے بھی‘‘ (خروج باب ۳۴ آیت ۱۴)

’’میرے حضور تو غیر معبودوں کو نہ ماننا، تو اپنے لئے کوئی تراشی صورت نہ بنانا، نہ کسی چیز کی صورت بنانا جو اوپر آسمان میں یا نیچے زمین پر یا زمین کے نیچے پانی میں ہے، تو ان کے آگے سجدہ نہ کرنا اور نہ ان کی عبادت کرنا کیونکہ میں خداوند تیرا خدا غیور خدا ہوں‘‘ (خروج باب۲۰ آیت۳،۵)

’’اگر تیرے درمیان تیری بستیوں میں جن کو خداوند تیرا خدا تجھ کو دے کہیں کوئی مرد یا عورت ملے جس نے خداوند تیرے خدا کے حضور یہ بدکاری کی ہو کہ اس کے عہد کو توڑا ہو اور جا کر اور معبودوں کی یا سورج یا چاند یا اجرامِ فلک میں سے کسی کی، جس کا حکم میں نے تجھ کو نہیں دیا پوجا اور پرستش کی ہو اور یہ بات تجھ کو بتائی جائے اور تیرے سننے میں آئے تو تُو جانفشانی سے تحقیقات کرنا اور اگر یہ ٹھیک ہو اور قطعی طور پر ثابت ہو جائے کہ اسرائیل میں ایسا مکروہ کام ہوا، تو تُو اس مرد یا اس عورت کو جس نے یہ بُرا کام کیا ہو باہر اپنے پھاٹکوں پر نکال لے جانا اور اُن کو ایسا سنگسار کرنا کہ وہ مر جائیں‘‘ (استثنا باب ۱۷ آیت ۲،۵)

مذکورہ حوالہ جات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ خدا صرف اللہ تعالیٰ ہیں، اس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے، اور عبادت کے لائق بھی اللہ تعالیٰ ہیں، اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت کرنا بائبل کی رو سے بھی جائز نہیں ہے، اگر کوئی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت کرے گا تو اللہ تعالیٰ نے بائبل میں یہ حکم دیا ہے کہ اُسے سنگسار کر دیا جائے، اب عیسائی حضرات چونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا حضرت مسیح کو بھی کو خدا مانتے ہیں اور آپ کی عبادت بھی کرتے ہیں تو بائبل کی رُو سے سب عیسائی حضرات اس قابل ہیں کہ ان کو پتھر مار مار کر ہلاک کر دیا جائے۔

حضرت مسیح کے خدا ہونے پر دلیل اور اس کا جواب:

انجیل میں تین واقعات کا ذکر ہے جس میں حضرت مسیح علیہ السلام نے تین مردوں کو زندہ کیا ہے، مسیحی حضرات ان معجزات سے استدلال کر کے یہ کہتے ہیں کہ مردوں کو زندہ کرنا کسی انسان کا کام نہیں ہو سکتا بلکہ یہ فعل خدا ہی سے صادر ہو سکتا ہے، لہٰذا حضرت مسیح علیہ السلام خدا ہیں۔

جواب نمبر ۱:

اس دلیل کا پہلا جواب یہ ہے کہ معجزہ وقت کی پکار ہوتا ہے، اور ضرورت کے مطابق دکھایا جاتا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جادو کا زور تھا اللہ تعالیٰ نے اس جادو کے توڑنے کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عصا اور یدِ بیضا عطا فرمایا جنہوں نے انکے جادو کو توڑ دیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں فصاحت و بلاغت کو عُروج تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کے مقابلے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن پاک کا معجزہ عطا فرمایا جس نے ان کی فصاحت و بلاغت کو زچ کر کے رکھ دیا، اسی طرح حضرت مسیح علیہ السلام کے زمانہ میں طبِ یونانی کا عُروج تھا، لیکن طب یونانی میں مادرزاد اندھے اور کوڑھی کے لئے اور موت کا کوئی

علاج نہیں تھا، اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کے لئے آپ کے ہاتھ پر بطور معجزہ کے مردوں کو زندہ کر کے اور مادرزاد اندھوں اور کوڑھوں کو ٹھیک کر کے سب کے منہ بند کروا دیئے، اب اگر ایک نبی کا معجزہ دوسرے کو دے دیا جائے تو اس سے مقصود حاصل نہیں ہوگا۔

جواب نمبر ۲:۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت حزقی ایل نے بقول بائبل ہزاروں مردوں کو زندہ کیا ہے، چنانچہ لکھا ہے ''خداوند کا ہاتھ مجھ پر تھا اور اس نے مجھے اپنی روح میں اٹھا لیا اور اس وادی میں جو ہڈیوں سے پُر تھی مجھے اُتار دیا اور مجھے ان کے آس پاس چوگرد پھرایا اور دیکھ وہ وادی کے میدان میں بکثرت اور نہایت سُوکھی تھیں اور اس نے مجھے فرمایا: اے آدمزاد کیا یہ ہڈیاں زندہ ہوسکتی ہیں؟ میں نے جواب دیا: اے خداوند خدا تو ہی جانتا ہے، پھر اس نے مجھے فرمایا: تو ان ہڈیوں پر نبوت کر اور ان سے کہہ اے سُوکھی ہڈیو! خداوند کا کلام سنو، خداوند خدا ان ہڈیوں کو یوں فرماتا ہے کہ میں تمہارے اندر روح ڈالوں گا اور تم زندہ ہو جاؤ گی، اور تم پر نسیں پھیلاؤں گا اور گوشت چڑھاؤں گا اور تم کو چمڑا پہناؤں گا اور تم میں دَم پھونکوں گا اور تم زندہ ہوگی اور جانوں گی کہ میں خداوند ہوں، پس میں نے حکم کے مطابق نبوت کی اور جب میں نبوت کر رہا تھا تو ایک شور ہوا اور دیکھ زلزلہ آیا اور ہڈیاں آپس میں مل گئیں، ہر ایک ہڈی اپنی ہڈی سے اور میں نے نگاہ کی تو کیا دیکھتا ہوں کہ نسیں گوشت ان پر چڑھ آئے اور ان پر چمڑے کی پوشش ہوگئی پھر ان میں دم نہ تھا، تب اس نے مجھے فرمایا کہ نبوت کر، تو ہوا سے نبوت کر اے آدم زاد، اور ہوا سے کہہ خداوند خدا یوں فرماتا ہے کہ اے دم تو چاروں طرف سے آ، اور ان مقتولوں پر پھونک کہ زندہ ہوجائیں، پس میں نے حکم کے مطابق نبوت کی اور ان میں دم آیا اور وہ زندہ ہو کر اپنے پاؤں پر کھڑی ہوئیں، ایک نہایت بڑا لشکر'' (حزقی ایل باب ۳۷ آیت ۱،۱۰)

بائبل میں ایک مقام پر لکھا ہے کہ حضرت ایشعؑ ایک جگہ مدفون تھے لوگوں نے کسی آدمی کے لئے قبر اسی جگہ کھودی جہاں پر حضرت یوشع مدفون تھے، تو وہ مردہ حضرت ایشع (یوشع) کی ہڈیوں سے لگنے سے زندہ ہو گیا، چنانچہ لکھا ہے ''اور ایسا ہوا کہ جب وہ آدمی

کو دفن کر رہے تھے اور تو ان کو ایک جتھا نظر آیا، سو انہوں نے اس شخص کو الیشع کی قبر میں ڈال دیا اور وہ شخص الیشع کی ہڈیوں سے ٹکراتے ہی جی اُٹھا اور اپنے پاؤں پر کھڑا ہو گیا'' (سلاطین نمبر۲ باب ۱۳ آیت ۲۱) بائبل کے ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ مردوں کو زندہ کرنا صرف حضرت مسیح علیہ السلام سے ہی بطور معجزہ کے صادر نہیں ہوا بلکہ حضرت حزقی ایل علیہ السلام اور حضرت الیشع علیہ السلام نے بھی مردے زندہ کئے تھے، مزید یہ کہ حضرت حزقی ایل علیہ السلام کو تین کے مقابلہ میں ہزاروں مردے زندہ کرنے پر اور حضرت الیشع علیہ السلام کو مرنے کے بعد بھی مردے زندہ کرنے پر اس معجزہ میں حضرت مسیح علیہ السلام پر فوقیت اور برتری حاصل ہے، لہٰذا مسیحی حضرات کو مردوں کو زندہ کرنے والے اصول کے مطابق حضرت حزقی ایل اور حضرت الیشع علیہ السلام کو بھی خدا تسلیم کرنا چاہے۔

حضرت مسیح کے خدا کے بیٹا ہونے کا عقیدہ بائبل کی نظر میں:.

مسیحی حضرات کے نزدیک حضرت مسیح علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں، اور خدا کا یہ بیٹا حضرت مریم کے پیٹ میں ظہور پذیر ہوا، ۹/ماہ گزرنے پر خدا کا یہ بیٹا انسانی شکل میں حضرت مریمؑ سے پیدا ہوا، یہودیوں نے اس کو اذیتیں دیں اور آخر کار صلیب پر موت کے گھاٹ اتار دیا گیا، اس طرح خدا کا بیٹا جو انسانی صورت میں ظاہر ہوا تھا وفات پا گیا اور تین دن تک زمین میں مدفون رہنے کے بعد جی اٹھا اور آسمان پر خدا کی دہنی جانب جا بیٹھا اور مسیحی حضرات کے نزدیک حضرت مسیح خود تو گناہوں سے پاک تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو زمین پر اس وجہ سے بھیجا کہ آپ انسانوں کے گناہوں کا کفارہ بن جائیں، یہ ہے مسیحی حضرات کے نزدیک حضرت مسیح کے متعلق اللہ تعالیٰ کے بیٹا ہونے کا عقیدہ۔

لیکن ہم اس کتاب کے شروع میں اس عقیدے کے بائبل کے ساتھ متضاد ہونے کو قدرے تفصیل کے ساتھ بیان کر چکے ہیں، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ بائبل کے بیان کے مطابق آپ یوسف نجار کے بیٹے ہیں، چنانچہ یہ بات (انجیل لوقا باب ۲ آیت ۲۷، ۲۸)

،(انجیل لوقا باب ۲ آیت ۳۳)،(انجیل باب ۳ آیت ۲۳)،(انجیل لوقا باب ۲ آیت ۴۸) کے حوالہ سے گذر چکی ہے، لیکن وہ آیت جن میں حضرت مسیح نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا اور خدا کو اپنا باپ کہا ہے، یہاں پر ہم ان آیات اور عبارتوں کا مطلب بیان کرنا چاہتے ہیں۔

بیٹے کے لفظ کی وضاحت:۔

بیٹے کے حقیقی معنی لغت میں یہ ہیں کہ بیٹا اس کو کہا جاتا ہے جو شخص مرد اور عورت کے مشترکہ نطفہ سے پیدا ہوا ہو، یہ معنی یہاں پر مراد لینا ممکن نہیں ہے، اس لئے کہ اگر یہ معنی یہاں مراد لیا جائے تو اللہ تعالیٰ کو توالد اور تناسل کی طرف منسوب کرنا لازم آئے گا اور یہ اللہ تعالیٰ کی شان میں کھلی گستاخی ہے، لہٰذا اس حیوانی فعل کو اللہ تعالیٰ سے کس طرح نسبت دی جاسکتی ہے؟ لہٰذا یہاں پر اس کے مجازی معنی مراد لئے جائیں گے اور مجازی معنی بھی ایسے ہوں جو حضرت مسیح کی شان کے لائق ہوں اور بائبل بھی اس کی تائید کرتی ہو، ہم نے دیکھا کہ بائبل میں لفظِ ابن مسیح کے حق میں مجازی طور پر راستباز اور نیک شخص کے معنی میں استعمال ہوا ہے، درحقیقت بیٹے اور باپ کے لفظ کا استعمال اسرائیلی محاورہ ہے، جو بائبل میں بے شمار مقامات پر حضرت مسیح کے سوا دوسرے انسانوں کے لئے بھی استعمال ہوا ہے اور ان کو بھی خدا کے بیٹے کہا گیا ہے، انجیل میں ایک مقام پر حضرت مسیح کو راستباز کہا گیا ہے، چنانچہ لکھا ہے ”یہ ماجرا دیکھ کر صوبہ دار نے خدا کی تمجید کی اور کہا بیشک یہ آدمی راستباز تھا“ (انجیل لوقا باب ۲۳ آیت ۴۷)

انجیل میں ایک اور مقام پر اسی سردار نے حضرت مسیحؑ کے لئے بیٹے کا لفظ راستباز کے معنی میں استعمال کیا ہے ”اور جو صوبہ دار اس کے سامنے کھڑا تھا اس نے اسے یوں دم دیتے ہوئے دیکھ کر کہا: بیشک یہ آدمی خدا کا بیٹا ہے“ (انجیل مرقس باب ۱۵ آیت ۳۹) اگر یہ کہا جائے کہ یہاں پر بیٹے کے حقیقی معنی مراد ہیں، مجازی معنی مراد نہیں ہیں تو میرا مسیحی حضرات سے سوال ہے کہ وہ اپنے پادریوں اور پاپاؤں کو باپ کیوں کہتے ہیں؟ کیا تمام عیسائی پادریوں کے حقیقی بیٹے ہیں؟

مجازی معنی مراد لینے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت مسیحؑ نے اپنے آپ کو بائبل

میں تقریباً ۶۰ مرتبہ ابن آدم کہا ہے، چند حوالے یہ ہیں ''اور میں تم سے کہتا ہوں کہ جو کوئی آدمیوں کے سامنے میرا اقرار کرے ابن آدم بھی خدا کے فرشتوں کے سامنے اس کا اقرار کرے گا'' (انجیل لوقا باب ۱۲ آیت ۸)

''جو کوئی ابن آدم کے خلاف کوئی بات کہے اس کو معاف کیا جائے گا'' (انجیل لوقا باب ۱۲ آیت ۱۰)

''اس نے شاگردوں سے کہا: وہ دن آئیں گے کہ تم کو ابن آدم کے دنوں میں سے ایک دن کو دیکھنے کی آرزو ہوگی اور نہ دیکھو گے'' (انجیل لوقا باب ۱۷ آیت ۲۲)

''کیونکہ ابن آدم کھوئے ہوؤں کو ڈھونڈنے اور نجات دینے آیا ہے'' (انجیل لوقا باب ۱۹ آیت ۱۰)

''جب وہ باہر چلا گیا تو یسوع نے کہا کہ اب ابن آدم نے جلال پایا'' (انجیل یوحنا باب ۱۳ آیت ۳۱)

''جب یسوع قیصریہ فلپی کے علاقہ میں آیا تو اس نے اپنے شاگردوں سے پوچھا کہ لوگ ابن آدم کو کیا کہتے ہیں؟'' (انجیل متی باب ۱۶ آیت ۱۳)

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ حضرت مسیح عام طور پر اپنے لئے ابن آدم کا لفظ استعمال کرتے تھے، اگر حضرت مسیح حضرت آدمؑ کی نسل سے نہیں تھے تو اپنے آپ کو ابن آدم کہنے کا مطلب کیا ہو سکتا ہے؟

حضرت مسیح کے علاوہ بیٹے اور باپ کا لفظ بنی اسرائیل کے محاورہ کی وجہ سے بائبل میں دوسروں کے لئے بھی بکثرت استعمال ہوا ہے، چند مثالیں یہ ہیں۔

ایک مقام پر تمام یہودیوں کے لئے بیٹے کا لفظ استعمال ہوا ہے ''تم خداوند خدا کے فرزند ہو'' (استثنا باب ۱۴ آیت ۱)

ایک مقام پر حضرت مسیح نے صُلح کرانے والے کے بارے میں فرمایا ''مبارک ہیں وہ جو صُلح کراتے ہیں کیونکہ وہ خدا کے بیٹے کہلائیں گے'' (انجیل متی باب ۵ آیت ۹)

بائبل میں لکھا ہے کہ اسرائیل میرا بیٹا ہے، حوالہ ملاحظہ ہو ''اور تو فرعون سے کہنا کہ

خداوندیوں فرماتا ہے کہ اسرائیل میرا بیٹا بلکہ میرا پہلوٹھا ہے اور میں تجھے کہہ چکا ہوں کہ میرے بیٹے کو جانے دے تاکہ وہ میری عبادت کرے‘‘ (خروج باب ۴ آیت ۲۲،۲۳) اسرائیل حضرت یعقوب کا نام ہے۔

حضرت داؤد ؑ کے بارے میں لکھا ہے ’’اور میں اس کو اپنا پہلوٹھا بناؤں گا‘‘ (زبور باب ۸۹ آیت ۲۷) ایک اور مقام پر لکھا ہے ’’میں ان کی رہبری کروں گا میں ان کو پانی کی ندیوں کی طرف راہِ راست پر چلاؤں گا جس میں وہ ٹھوکر نہ کھائینگے کیونکہ میں اسرائیل کا باپ ہوں اور افرائیم میرا پہلوٹھا ہے‘‘ (یرمیاہ باب ۳۱ آیت ۹)

’’جب صبح کے ستارے مل کر گاتے تھے اور خدا کے سب بیٹے خوشی سے للکارتے تھے‘‘ (ایوب باب ۳۸ آیت ۷)

’’جب رُوے زمین پر آدمی بہت بڑھنے لگے اور ان کے بیٹیاں پیداء ہوئیں، تو خدا کے بیٹوں نے آدمی کی بیٹیوں کو دیکھا کہ وہ بہت خوبصورت ہیں اور جن کو انہوں نے چنا اُن سے بیاہ کرلیا‘‘ (پیدایش باب ۶ آیت ۲)

’’یقیناً تو ہمارا باپ ہے اگرچہ ابرہام ہم سے ناواقف ہو اور اسرائیل ہم کو نہ پہچانے، تو اے خداوند! ہمارا باپ اور فدیہ دینے والا ہے‘‘ (یسعیاہ باب ۶۳ آیت ۱۶)

’’اسی طرح تمہاری روشنی آدمیوں کے سامنے چمکے تاکہ وہ تمہارے نیک کاموں کو دیکھ کر تمہارے باپ کی جو آسمانوں پر ہے تمجید کریں‘‘ (انجیل متی باب ۵ آیت ۱۶)

حضرت مسیح ایک مقام پر لوگوں کو طویل خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں ’’خبردار اپنی راستبازی کے کام آدمیوں کے سامنے دکھانے کے لئے نہ کرو، نہیں تو تمہارے باپ کے پاس جو آسمان پر ہے تمہارے لئے کچھ اجر نہیں ہے، پس جب تو خیرات کرے تو اپنے آگے نرسِنگا نہ بجوا جیسا ریا کار عبادت خانوں اور کوچوں میں کرتے ہیں، تاکہ لوگ ان کی بڑائی کریں، میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ وہ اپنا اجر پا چکے، بلکہ جب تو خیرات کرے تو جو تیرا دہنا ہاتھ کرتا ہے اُسے تیرا بایاں ہاتھ نہ جانے تاکہ تیری خیرات پوشیدہ رہے اس صورت میں تیرا باپ جو پوشیدگی میں دیکھتا ہے تجھے بدلہ دے گا، (انجیل متی باب ۶ آیت ۱،۴)

’’ بلکہ جب تو دعا کرے تو اپنی کوٹھری میں جا اور دروازہ بند کر کے اپنے باپ سے جو پوشیدگی میں ہے، دُعا کر اس صورت میں تیرا باپ جو پوشیدگی میں دیکھتا ہے تجھے بدلہ دے گا۔(انجیل متی باب ۶ آیت ۶)

آگے فرماتے ہیں’’ پس تم اس طرح دعا کیا کرو کہ اے ہمارے باپ تو جو آسمان پر ہے تیرا نام پاک مانا جائے۔(انجیل متی باب ۶ آیت ۹)

آگے فرماتے ہیں’’ بلکہ جب تو روزہ رکھے تو اپنے سر میں تیل ڈال اور منہ دھو تا کہ آدمی نہیں بلکہ تیرا باپ جو پوشیدگی میں ہے تجھے روزہ دار جانے ،اس صورت میں تیرا باپ جو پوشیدگی میں دیکھتا ہے تجھے بدلہ دے گا‘‘(انجیل متی باب ۶ آیت ۱۷،۱۸)

ان حوالہ جات میں غور فرمائیں کہ یعقوب علیہ السلام اور تمام بنی اسرائیل اور حضرت داؤد اور حضرت افرائیم اور حضرت مسیح کے حواریوں کو خدا کا بیٹا کہا گیا ہے، مسیحی حضرات سے گذارش ہے کہ اگر حضرت مسیح کے لئے بیٹے کا لفظ استعمال ہونے پر ان کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہا جاتا ہے ،تو بائبل میں ان مذکورہ افراد کو بھی اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہا گیا ہے،تو بائبل کے حکم کے مطابق ان سب کو بھی اللہ تعالیٰ کا بیٹا گردانو،اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ حضرت مسیحؑ کو اپنے خدا کا بیٹا ہونے کا جو احساس تھا اس کا مطلب خدا کی معرفت کے سوا کچھ نہیں ہے اور حضرت مسیح اس بات کے قائل ہیں کہ وہ خدا کو اس طریقے سے جانتے ہیں کہ جس طریقے سے ان کی امت میں کوئی نہیں جانتا۔

کیا خدا کے بیٹے حضرت مسیحؑ میں خدائی صفات ہیں؟

اگر حضرت مسیح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا مان لیا جائے تو عرفِ عام یہ ہے کہ بیٹا باپ کے ساتھ صفات میں مشابہ ہوتا ہے،اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا حضرت مسیح علیہ السلام اللہ کے ساتھ صفات میں مشابہ ہیں؟ اللہ تعالیٰ کی چند صفات یہ ہیں ،اللہ تعالیٰ کا نہ تو کوئی باپ

ہے اور نہ کوئی ماں ،اللہ تعالیٰ کسی سے پیدا نہیں ہوا،وہ ہمیشہ ہے ہمیشہ رہے گا،اللہ تعالیٰ سوتا نہیں ،اللہ تعالیٰ کھاتا نہیں اور اس کو بھوک نہیں لگتی ،اللہ تعالیٰ پیتا نہیں ،اللہ تعالیٰ کسی چیز کا محتاج نہیں ہے،اللہ تعالیٰ کی کوئی پٹائی نہیں کر سکتا،اللہ تعالیٰ کو کوئی مار نہیں سکتا،یہ چند صفات ہم حضرت مسیح میں دیکھتے ہیں کہ پائی جاتی ہیں یا نہیں۔

اللہ کے بیٹے کانسب نامہ:۔

انجیلِ متی کی ابتداء حضرت مسیح کے نسب نامہ سے ہوتی ہے لکھا ہے ''یسوع مسیح ابن داؤد ابن ابرہام کا نسب نامہ'' (انجیل متی باب ۱ آیت ۱)

اللہ تعالیٰ کی بیٹے کی پیدائش:۔

''جب وہ وہاں تھے تو ایسا ہوا کہ اس کے وضع حمل کا وقت آ پہنچا،اور اس کا پہلوٹا بیٹا پیدا ہوا اور اس نے اس کو کپڑے میں لپیٹ کر چرنی میں رکھا کیونکہ ان کے واسطے سرای میں جگہ نہ تھی'' (انجیل لوقا باب ۲ آیت ۶،۷)

خدا کے بیٹے کا ختنہ:۔

''جب آٹھ دن پورے ہوئے اور اس کے ختنہ کا وقت آیا'' (انجیل لوقا باب ۲ آیت ۲۱)

خدا کا بیٹا پانی کا محتاج:۔

''سامریہ کی ایک عورت پانی بھرنے آئی ،یسوع نے اس سے کہا: مجھے پانی پلا'' (انجیل یوحنا باب ۴ آیت ۷)

خدا کے بیٹے کی بھوک:۔

''اور چالیس دن اور چالیس رات فاقہ کر کے آخرُ سے بھوک لگی'' (انجیل متی باب ۴ آیت ۲)

خدا کا بیٹا گدھے پر سوار:۔

''دیکھ تیرا بادشاہ تیرے پاس آتا ہے ،وہ حلیم ہے اور گدھے پر سوار ہے بلکہ لادو کے بچے پر'' (انجیل متی باب ۲۱ آیت ۵)

خدا کا بیٹا سو گیا:۔

''جو ب وہ کشتی پر چڑھا تو اس کے شاگرد اس کے ساتھ ہولئے اور دیکھو جھیل میں ایسا بڑا طوفان آیا کہ کشتی لہروں میں چھپ گئی مگر وہ سوتا تھا'' (انجیلِ متی باب ۸ آیت ۲۴)

خدا کے بیٹے کے منہ پر تھوکا:۔

''اس پر انہوں نے اس کے منہ پر تھوکا اور اس کے مُکّے مارے اور بعض نے طمانچے مار کر کہا: اے مسیح :ہمیں نبوت سے بتا کہ تجھے کس نے مارا؟'' (انجیل متی باب ۲۶ آیت ۶۷)

خدا کے بیٹے کے کپڑے اتار دیئے :۔

''اس پر حاکم کے سپاہیوں نے یسوع کو قلعہ میں لے جا کر ساری پلٹن اس کے گرد جمع کردی اور اس کے کپڑے اُتار کر اُسے قِرمزی چوغہ پہنایا'' (انجیل متی باب ۲۷ آیت ۲۷،۲۸)

خدا کے بیٹے کو سولی چڑھادیا:۔

''اور انہوں نے اسے مصلوب کیا اور اس کے کپڑے قرعہ ڈال کر بانٹ لئے'' (انجیل متی باب ۲۷ آیت ۳۵)

ان تمام چیزوں کا اللہ تعالیٰ کی صفات کے ساتھ موازنہ کریں کہ کیا حضرت مسیح کو اللہ تعالیٰ کی صفات کے ساتھ مشابہت ہے؟ ہرگز نہیں ، پھر حضرت مسیح اللہ تعالیٰ کے بیٹے یا خود خدا کیسے ہو سکتے ہیں؟

یاد رہے کہ ہمارا مقصود اس سے حضرت مسیح علیہ السلام کی شان میں گستاخی کرنا نہیں بلکہ مسیحیت کے خودساختہ عقائد کی تردید کرنا ہے، ہم تو حضرت مسیح علیہ السلام کی طرف ان کاموں کی نسبت جھوٹ اور تحریف سمجھتے ہیں۔

حضرت مسیح کی محدود نبوت:۔

مسیحی حضرات عام طور پر کہا کرتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام دنیا کے تمام لوگوں کے لئے بھیجے گئے تھے اور آپ کی نبوت عالمگیر تھی، اُن کا یہ دعویٰ بائبل کی رُو سے غلط ثابت ہوتا ہے، ہم یہاں چند حوالے ذکر کرتے ہیں، جن سے یہ بات ثابت ہوجائیگی کہ حضرت مسیح صرف بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے بھیجے گئے تھے۔

(ا) ’’جب یسوع ہیرودیس بادشاہ کے زمانہ میں یہودیہ کے بیت لحم میں پیدا ہوا تو دیکھو کئی مجوسی پورب سے یروشلیم میں یہ کہتے ہوئے آئے کہ یہودیوں کا بادشاہ جو پیدا ہوا ہے وہ کہاں ہے؟ کیونکہ پورب میں اس کا ستارہ دیکھ کر ہم اُسے سجدہ کرنے آئے ہیں، یہ سن کر ہیرودیس بادشاہ اور اس کے ساتھ یروشلیم کے سب لوگ گھبرا گئے اور اس نے قوم کے سب سردار کاہنوں اور فقیہوں کو جمع کر کے اُن سے پوچھا کہ مسیح کی پیدائش کہاں ہونی چاہیے؟ انہوں نے اس سے کہا: یہودیہ کے بیت لحم میں، کیونکہ نبی کی معرفت یوں لکھا گیا ہے کہ اے بیت لحم! یہوداہ کے علاقے تو یہوداہ کے حاکموں میں ہرگز سب سے چھوٹا نہیں، کیونکہ تجھ میں سے ایک سردار نکلے گا جو میری امت اسرائیل کی گلہ بانی کرے گا‘‘ (انجیل متی باب ۲ آیت ۱،۶)

اس عبارت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حضرت مسیح صرف یہودیوں یعنی بنی اسرائیل کے لئے نبی بن کر آئے تھے، یہ بات مذکورہ عبارت سے کئی قرائن کی وجہ سے ثابت ہوتی ہے؟

پہلا قرینہ یہ ہے کہ مجوسیوں نے آکر لوگوں سے یہ سوال کیا تھا کہ یہودیوں کا بادشاہ جو پیدا ہوا ہے وہ کہاں ہے؟ اگر حضرت مسیح علیہ السلام کی نبوت عالمگیر ہوتی تو مجوسیوں کو یوں سوال کرنا چاہیے تھا کہ تمام انسانوں کا بادشاہ جو پیدا ہوا ہے وہ کہاں ہے؟

دوسرا قرینہ یہ ہے کہ مجوسیوں کی یہ بات سن کر بنی اسرائیل کا بادشاہ اور وہاں کے لوگ گھبرا گئے تھے دوسرے لوگوں کی گھبراہٹ کا ذکر نہیں ہے، اس سے بھی اس بات کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ آپ صرف بنی اسرائیل کے لئے نبی تھے۔

تیسرا قرینہ یہ ہے کہ ہیرودیس بادشاہ نے مسیح علیہ السلام کی جائے پیدائش معلوم کرنے کے لئے صرف بنی اسرائیل کی قوم کے کاہنوں اور فقیہوں کو جمع کیا تھا، اور ان سے پوچھا تھا کہ حضرت مسیح کون سی جگہ پیدا ہو سکتے ہیں اور اگر حضرت مسیح کی نبوت عالمگیر ہوتی تو ہیرودیس بادشاہ ساری دنیا کے بڑے بڑے کاہنوں اور فقیہوں کو جمع کرتا، مسئلہ صرف چونکہ بنی اسرائیل کا تھا، اس لئے اس نے صرف بنی اسرائیل کے کاہنوں اور سرداروں کو جمع کیا۔

چوتھا قرینہ یہ ہے کہ نبی کی معرفت میں یوں لکھا ہوا تھا تو یہوداہ کے حاکموں میں ہرگز سب سے چھوٹا نہیں، کیونکہ تجھ میں سے ایک سردار نکلے گا جو میری امت اسرائیل کی گلہ بانی کرے گا، یہ بھی اس بات پر واضح دلالت ہے کہ حضرت مسیح اسرائیل کی امت کی گلہ بانی کے لئے تشریف لائے تھے۔

(۲) ایک اور مقام پر یوں لکھا ہے ''اس کے بیٹا ہوگا اور تو اس کا نام یسوع رکھنا کیونکہ وہی اپنے لوگوں کو ان کے گناہوں سے نجات دے گا'' (انجیل متی باب ۱ آیت ۲۱)

مذکورہ عبارت بھی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت مسیح صرف بنی اسرائیل کے لئے نبی بن کر آئے تھے وہ اس طرح کہ یہاں پر کہا گیا ہے کہ یسوع مسیح اپنے لوگوں یعنی بنی اسرائیل کو گمراہی کی تاریکیوں سے نکال کر نجات کی راہ پر چلائے گا، بنی اسرائیل کے علاوہ بقیہ لوگوں کا یہاں پر تذکرہ نہیں کیا گیا، اگر حضرت مسیح کی نبوت عالمگیر ہوتی تو یوں کہنا چاہے تھا'' کیونکہ وہی تمام لوگوں کو ان کے گناہوں سے نجات دے گا''۔

(۳) حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو تبلیغ کے لئے بھیجتے وقت یوں ارشاد فرمایا ''ان بارہ کو یسوع نے بھیجا اور اُن کو حکم دیکر کہا: غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے

پاس جانا اور چلتے چلتے یہ منادی کرنا کہ آسمان کی بادشاہی نزدیک آ گئی ہے‘‘ (انجیل متی باب ۱۰ آیت ۵، ۷)

اس عبارت میں غور فرمائیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام اپنے حواریوں کو یہ حکم دے رہے ہیں کہ صرف اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا یعنی صرف بنی اسرائیل کے لوگوں کو دینِ عیسوی کی تبلیغ کرنا، بنی اسرائیل کے علاوہ اور غیر قوموں کو دینِ عیسوی کی تبلیغ نہ کرنے لگ جانا، غور فرمائیں اگر حضرت مسیح علیہ السلام کی نبوت عالمگیر ہوتی تو یوں نہ فرماتے کہ صرف بنی اسرائیل کی کھوئی بھیڑوں کے پاس جانا، بلکہ یوں فرماتے کہ سارے عالم میں پھیل جاؤ اور کوئی جگہ تمہاری تبلیغ سے خالی نہ رہے، ہر قوم کے پاس میرا دین پہنچاؤ۔

(۴) اور ایک مقام پر یوں لکھا ہوا ہے ’’پھر یسوع وہاں سے نکل کر صور اور صِدا کے علاقہ کو روانہ ہوا اور دیکھو ایک کنعانی عورت اُن سرحدوں سے نکلی اور پکار کر کہنے لگی: اے خداوند بن داؤد مجھ پر رحم کر، ایک بَد روح میری بیٹی کو بہت ستاتی ہے مگر اس نے اُسے کچھ جواب نہ دیا اور اس کے شاگردوں نے پاس آ کر اس سے یہ عرض کی کہ اُسے رخصت کر دے کیونکہ وہ ہمارے پیچھے چلاتی ہے، اس نے جواب میں کہا: کہ میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔ (انجیل متی باب ۱۵ آیت ۲۱، ۲۵)

اس عبارت میں حضرت مسیح علیہ السلام نے تو معاملہ ہی صاف کر دیا کہ میں صرف بنی اسرائیل کے لوگوں کی ہدایت کے لئے بھیجا گیا ہوں، اگر حضرت مسیح کی نبوت عالمگیر ہوتی تو یوں فرماتے کہ میں سارے جہاں کی کھوئی بھیڑوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔

مسیحیت کے موجودہ عقائد کے بانی کا تعارف:۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے برگذیدہ پیغمبروں میں سے ایک پیغمبر ہیں، آپ کو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی طرف نبی بنا کر بھیجا تھا، آپ ایک زمانہ تک دوسرے

انبیاء کی طرح اللہ تعالیٰ کا پیغام اپنی قوم میں بیان کرتے رہے، آپ کی تعلیمات میں بھی دوسرے انبیاء کی طرح توحید وغیرہ شامل تھی، آج کل مسیحی حضرات جو عقائد رکھتے ہیں ان کا مسیح علیہ السلام کی تعلیمات سے کوئی تعلق نہیں ہے حضرت مسیح علیہ السلام جو فکر اور تعلیم لیکر دنیا میں آئے تھے اس کو حضرت مسیح علیہ السلام کے کچھ عرصہ بعد ہی ختم کر دیا گیا تھا، آج کل مسیحی حضرات جو عقائد و نظریات رکھتے ہیں ان کا بانی پولس ہے، اس کا اصل نام ساول ہے اور یہ قبیلہ بنیامین کا ایک کٹر فریسی یہودی تھا، شروع میں یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے حواریوں کا سخت دشمن تھا، اور یہودیوں کے ساتھ ملکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ماننے والوں کو بہت زیادہ تکلیفیں پہنچاتا تھا، لیکن حضرت مسیح علیہ السلام کے رفع الی السماء کے بعد اس نے عیسائیت قبول کرنے کا دعوٰی کر دیا، حضرت مسیح علیہ السلام کے حواری شروع شروع میں اسکے عیسائیت قبول کرنے کا اعتبار نہیں کرتے تھے، اس کے بار بار اقرار کرنے کے بعد کہ میں دل وجان سے حضرت مسیح علیہ والسلام کے پیروکاروں میں شامل ہو چکا ہوں، حضرت مسیح علیہ السلام کے حواریوں نے بھی اس کا اعتبار کر لیا، اس شخص نے اپنے آپ کو مسیحی ظاہر کرنے کے بعد اپنا نام ساول سے پولس رکھ لیا، اور ابتداء میں دوسرے لوگوں کی طرح حضرت مسیح علیہ السلام کی تعلیمات پر عمل کرتا رہا، اور حضرت مسیح علیہ السلام کے حواریوں کے ساتھ ملکر اس نے عیسائیت کی تبلیغ شروع کر دی، لیکن رفتہ رفتہ اس نے حضرت مسیح کی تعلیمات کو گول مول کر کے لوگوں کے سامنے بیان کرنا شروع کر دیا اور آہستہ آہستہ حضرت مسیح علیہ السلام کے حواریوں کے ساتھ عقائد و نظریات میں بھی اختلاف کرنے لگا، اور اس نے عقیدۃ تثلیث، حُلُول و تجسم اور عقیدہ کفارہ اور عقیدہ مصلوبیت کی بنیاد ڈالی، یہی وہ عقائد ہیں جن سے آج کے دور میں سرمو اختلاف کرنے والا مسیحی علماء کے ہاں مسیحی برادری سے خارج اور ملحد و کافر قرار پاتا ہے، حالانکہ ان عقائد میں سے کوئی عقیدہ بھی حضرت مسیح علیہ السلام سے ثابت نہیں ہے، حضرت مسیح علیہ السلام کے حواریوں نے جب اس کا یہ طرزِ عمل دیکھا تو اس

سے الگ ہو گئے اور لوگوں کے سامنے اس کی گمراہی کو واضح کیا،لیکن یہ شخص مسیحی تعلیمات پر نقب زنی میں برابر مصروف رہا،اور یہ دعویٰ کرتا رہا کہ مجھے حضرت مسیح علیہ السلام وحی کے ذریعہ ان باتوں کی تعلیم دیتے ہیں،اس لئے مجھے کسی سے تعلیم حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہے،اس طرح بہت سے لوگوں کو اس نے اپنا ہمنوا بنالیا،البتہ اس سے اختلاف کرنے والوں کی تعداد بھی کچھ کم نہ تھی لیکن اتفاق سے جب تیسری صدی عیسوی میں عیسائیت بازنطینی سلطنت کا سرکاری مذہب قرار پایا تو پولس کی حامی جماعت حکومت پر غالب آ گئی اور اس نے نہ صرف یہ کہ اپنے مخالفون کو بزور کچل ڈالا بلکہ تمام وہ مواد جو انجیل میں تھا اور اس سے پولُس کے مخالفین استدلال کر سکتے تھے اس کو بھی ضائع کروادیا،اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دنیا میں پولُس کا دین پھیلتا چلا گیا اور آہستہ آہستہ اصلی دینِ عیسوی کا نام ونشان تک مٹا دیا گیا،حضرت مسیح علیہ السلام کے حواری چونکہ پولس کا یہ حال دیکھ کر اس سے جدا ہو گئے تھے،اس لئے حضرت مسیح علیہ السلام کی تعلیمات کو بگاڑنے میں ان کا کوئی حصہ نہیں تھا، بلکہ انہوں نے اس کی گمراہیت کو لوگوں کے سامنے کھل کر بیان کیا تھا۔

ہم اپنے دعویٰ کی تائید میں حضرت مسیح علیہ السلام کے بہت ہی قریبی حواری برناباس کا ارشاد نقل کرتے ہیں جس میں حضرت برنباس نے پولس کی گمراہی کا ذکر کیا ہے ،چنانچہ آپ انجیل برناباس کے شروع میں لکھتے ہیں ’’اے عزیزو!اللہ تعالیٰ نے جو عظیم اور عجیب ہے،اس آخری زمانہ میں ہمیں اپنے نبی یسوع مسیح کے ذریعہ ایک عظیم رحمت سے آزمایا،اس تعلیم اور آیتوں کے ذریعہ جنہیں شیطان نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کرنے کا ذریعہ بنایا ہے ،جو تقویٰ کا دعویٰ کرتے ہیں اور سخت کفر کی تبلیغ کرتے ہیں ،مسیح کو اللہ بیٹا کہتے یں ،ختنہ کا انکار کرتے ہیں ،جس کا اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے حکم دیا ہے اور ہر نجس گوشت کو جائز کہتے ہیں ،انہی کے زمرے میں پولس بھی گمراہ ہو گیا جس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا ،مگر افسوس کے ساتھ اور وہی سبب ہے جس وجہ سے وہ حق بات لکھ رہا ہوں ،جو میں نے یسوع کے ساتھ رہنے کے دوران سنی اور دیکھی ہے، تا کہ تم نجات پاؤ اور تمہیں

شیطان گمراہ نہ کرے ......اور تم اللہ کے حق میں ہلاک ہو جاؤ اور اس بنا پر ہر اس شخص سے بچو جو تمہیں کسی نئی تعلیم کی تبلیغ کرتا ہے، جو میرے لکھنے کے خلاف ہو، تا کہ تم ابدی نجات پاؤ (انجیل برنا باس ابتدائیہ آیت ۲ تا ۹)

ملاحظہ فرمائیں:.

حضرت برنباس نے کتنی وضاحت سے پولس کی حقیقت بیان فرمائی ہے، اس کے علاوہ ہم یہاں طوالت کے خوف سے پولس کی حقیت کو واضح کرنے کے لئے دو حوالوں پر اکتفا کرتے ہیں، مسیحی مؤرخین میں سے انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کا مقالہ نگار عیسائی فرقوں میں سے فرقہ نصرانی اور ابیونی کے متعلق آرینوس سے نقل کر کے بیان کرتا ہے ''ان لوگوں کا عقیدہ یہ تھا کہ مسیح ایک انسان تھے جسے معجزات دیئے گئے، یہ لوگ پولوس کے بارے یہ تسلیم نہ کرتے تھے کہ وہ موسوی دین سے برگشتہ ہو کر عیسائی ہو گیا تھا، اور یہ لوگ خود موسوی شریعت کے احکام اور رسموں یہاں تک کہ ختنہ پر بھی مضبوطی کے ساتھ کاربند تھے'' (برٹانیکا ص ۱۸۸ ج ۷ بحوالہ عیسائیت کیا ہے؟ تالیف: شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ)

انسائیکلو پیڈیا برٹائیکا میں پولس کے حالات بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ ''مصنفین کا ایک مکتبِ فکر جس میں ڈبلوریڈ کو بطور مثال ذکر کیا جا سکتا ہے، اگر چہ کسی بھی اعتبار سے پولس کا منکر نہیں ہے تاہم وہ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہتا ہے کہ پولس نے عیسائیت کو اس قدر بدل دیا تھا کہ وہ اس کا دوسرا بانی بن گیا، وہ درحقیقت اُس کلیسائی عیسائیت کا بانی ہے جو یسوع مسیح کی لائی ہوئی عیسائیت سے بالکل مختلف ہے، یہ لوگ کہتے ہیں کہ یا تو یسوع کی اتباع کر و یا پولس کی ان دونوں پر بیک وقت عمل نہیں کیا جا سکتا، یہ لوگ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ پولسی مذہب نہ صرف یہ کہ گناہ کفارہ اور منجّی کے ابدی وجود سے متعلق بعض تو ہم پرستانہ تصورات کو شامل ہے، بلکہ ...... یسوع مسیح سے متعلق پولس کی تمام تر متصوفانہ روش جو اُسے ذریعہ نجات و کفارہ قرار دیتی ہے، خود یسوع مسیح کی ان تعلیمات سے متناقض ہے جو انہوں نے

خدااور انسان کے صحیح رشتے سے متعلق پیش کی ہیں''(انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ص ۳۹۵ ج ر ۱۷ مقالہ: پولس، بحوالہ عیسائیت کیا ہے؟ تالیف: شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ)

مذکورہ حوالہ جات سے یہ حقیقت بالکل کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ موجودہ مسیحی حضرات جن عقائد پر قائم ہیں ان کا حضرت مسیح علیہ السلام کی تعلیمات سے کوئی تعلق نہیں ہے، بلکہ یہ سارے عقائد پولس کے خود ساختہ ہیں جو مذکورہ حوالہ کی روشنی میں یہودیت سے تائب نہیں ہوا تھا، بلکہ یہودیت پر قائم رہ کر اس نے اپنے آپ کو مسیحی ظاہر کیا تھا، اس لئے موجودہ مسیحی عقائد کو پولسی مذہب کہنا چاہیے نہ عیسائی مذہب۔

بائبل میں تحریف کا پولسی کرشمہ:۔

پولس حضرت مسیح علیہ السلام کا احترام اپنے دل میں کس قدر رکھتا تھا؟ اس کا اندازہ اس کی اس عبارت سے لگایا جاسکتا ہے، چنانچہ وہ کہتا ہے ''مسیح جو ہمارے لئے لعنتی بنا، اس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چُھڑایا، کیونکہ لکھا ہے کہ جو کوئی لکڑی پر لٹکایا گیا وہ لعنتی ہے'' (گلتیوں کے نام کا خط باب ۳ آیت ۱۳)

دیکھا! آپ نے پولس کی حضرت مسیح سے محبت کا حال؟ جو شخص اپنے رہنما کو لعنتی کہتا ہو وہ اس کے دین کا صحیح ترجمان کیسے ہوسکتا ہے؟ ہم بائبل کی ورق گردانی کرتے ہیں کہ پولُس نے جو یہ کہا ہے کہ '' لکھا ہے کہ جو کوئی لکڑی پر لٹکایا گیا وہ لعنتی ہے، اس کی یہ بات بائبل میں کس مقام پر لکھی ہوئی ہے؟ اور اس کی تاریخی حیثیت کیا ہے؟ مسیحی حضرات کی شائع کردہ بائبل جو انہوں نے ۲۰۰۱ء میں بائبل سوسائٹی انارکلی لاہور کے واسطہ سے چھاپی ہے ہمارے ہاتھ میں ہے، اس بائبل میں توریت کی کتاب استثنا باب ۲۱ آیت ۲۲، ۲۳ میں لکھا ہے'' اور اگر کسی نے کوئی ایسا گناہ کیا ہو جس سے اس کا قتل واجب ہو اور تو اُسے مار کر درخت سے ٹانگ دے تو اس کی لاش رات بھر درخت پر لٹکی نہ رہے بلکہ تو اُسی دن اُسے دفن کر دینا، کیونکہ جسے پھانسی ملتی ہے وہ خدا کی طرف سے ملعون ہے، تا نہ ہو کہ تو اس ملک کو ناپاک کر دے جسے

خداوند تیرا خدا تجھ کو میراث کے طور پر دیتا ہے‘‘

بائبل کے اس حوالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جملہ(کیونکہ جیسے پھانسی ملتی ہے وہ خدا کی طرف سے ملعون ہے)تورات کا حصہ ہے ،جبکہ مسیحی حضرات کی شائع کردہ ’’Scofield‘‘اور’’King jame‘‘بائبل کے تورات کے حصے میں یہ جملہ(کیونکہ جسے پھانسی ملتی ہے وہ خدا کی طرف سے ملعون ہے ،بریکٹ (   )میں دیکراس بات کی وضاحت کی ہے کہ یہ تورات کا حصہ نہیں ہے ،یعنی مذکورہ دونوں بائبلوں میں لعنی موت کے تصور والا جملہ بریکٹ میں موجود ہے،متن کا حصہ نہیں ہے۔

اور مسیحی حضرات کی ہی شائع کردہ تیسری بائبل جس کا نام گڈ نیوز بائبل ہے،اس کے توریت کے حصہ میں یہ جملہ (کیونکہ جیسے پھانسی ملتی ہے وہ خدا کی طرف سے ملعون ہے)بالکل موجود نہیں ہے،نہ تو متن میں،اور نہ بریکٹ میں۔

اورمزید یہ کہ یہودیوں کی شائع کردہ تورات میں بھی یہ جملہ(کیونکہ جسے پھانسی ملتی ہے وہ معلون ہے)موجود نہیں ہے ،اس وقت یہودیوں کی شائع کردہ توریت میں یہ عبارت مذکور ہے’’اگر کوئی بڑا گنا کرے اور اُسے ماردیا جائے اور تو اُسے درخت پرٹانگ دے تو اس کی لاش رات بھر درخت پرٹنگی نہ رہے مگر اُسے اُسی دن دفن کردیا جائے،اس لئے کہ لاش کالٹکائے رکھنا خدا کی نافرمانی ہے تو اس زمین کو ناپاک نہ کرنا جسے خداوند تیرا خدا تیرے قبضہ میں دے رہا ہے‘(استثناء باب ۲۱ آیت ۲۲،۲۳)

ملاحظہ فرمائیں :

کہ یہودی توریت میں نہ تو متن میں یہ جملہ(کیونکہ جسے پھانسی ملتی ہے وہ خدا کی طرف سے ملعون ہے)مذکور ہے اور نہ بریکٹ (   ) میں ،اور یہودی توریت کے مطابق انسان لعنتی نہیں ہوتا بلکہ زمین ناپاک ہوتی ہے،اورزمین بھی ناپاک اس وقت ہوتی ہے،جبکہ سولی دیئے ہوئے شخص کی لاش رات بھر درخت پر لٹکی رہے،اور مسیحی حضرات کے عقیدے کے مطابق حضرت مسیح علیہ السلام کو دن کے وقت سولی دی گئی تھی،اور چند گھنٹوں کے بعد ہی

حضرت مسیح کی لاش اتار لی گئی تھی، آپ کی لاش رات بھر لٹکی نہیں رہی تھی، اس لئے حضرت مسیح کے سولی پر چڑھنے کی وجہ سے نہ تو حضرت مسیح ملعون ٹھہرے اور نہ زمین ناپاک ہوئی۔

ہماری بات کا خلاصہ یہ ہے کہ مسیحی حضرات کی شائع کردہ چار بائبلوں میں سے دو بائبلوں میں لعنتی موت کے تصور والی عبارت بریکٹ میں موجود ہے اور گڈ نیوز بائبل میں لعنتی موت کے تصور والی عبارت نہ تو متن میں موجود ہے اور نہ بریکٹ میں موجود ہے، اسی طرح یہود کی شائع کردہ توریت میں بھی لعنتی موت کے تصور والی عبارت بالکل موجود نہیں ہے، مسیحی حضرات نے جب دیکھا کہ ان کے رہنما پولس نے یہ بات کہی ہے کہ کیونکہ جسے پھانسی ملتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملعون ہے، اور اس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ بات پہلی کتابوں میں لکھی ہوئی ہے، صورت حال یہ تھی کہ مذکورہ عبارت بائبل میں کسی جگہ میں بھی موجود نہیں تھی، تو مسیحی حضرات نے پولس کے جھوٹ کو چھپانے کے لئے پہلے تو یہ عبارت بریکٹ میں دینا شروع کی، پھر موجود بائبل میں اس عبارت کو بریکٹ سے ہٹا کر تورات کے متن کا حصہ بنا دیا، لیکن یہود کی شائع شدہ تورات نے پولس کے جھوٹ کو آشکارا کر کے چھوڑا۔

حیرت ہے مسیحی حضرات پر کہ ایک گستاخِ رسول کی جھوٹی بات کو سچا کرنے کے لئے ایک طرف تو آسمانی کتاب میں تحریف کے درپے ہیں، دوسری طرف اپنے محسن نبی کو لعنتی ثابت کرنیکی مذموم کوشش کی جا رہی ہے۔

پولس نے حضرت مسیح ؑ کو لعنتی کہہ کر جس قدر حضرت مسیح علیہ السلام کی توہین کی ہے، اتنی توہین شاید ہی کسی نے کی ہو، اگر کوئی نادان انسان حضرت مسیح علیہ السلام کو لعنتی کہے تو کیا مسیحی حضرات اس کو برداشت کر لیں گے؟ ظاہر بات ہے کہ اس کی نسلوں تک کو بھی نقصان پہنچانے کی کشش کی جائیگی، بھلا پولس کی ان گستاخیوں کو کیوں برداشت کیا جاتا ہے؟

پولس نے دوسری بات یہ کہی ہے کہ مسیح نے ہمیں شریعت کی لعنت سے چھڑایا ہے، گویا پولس کا مطلب یہ ہے کہ اب کسی شریعت پر عمل کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ شریعت لعنت ہے، اس نے یہ بات کہہ کر بھی اللہ تعالیٰ اور حضرت مسیح علیہ السلام سے کھلی بغاوت کی ہے۔

اس سے پہلے پولس لکھتا ہے ''پس جو ایمان والے ہیں وہ ایماندار ابرہام کے ساتھ برکت پاتے ہیں، کیونکہ جتنے شریعت کے اعمال پر تکیہ کرتے ہیں وہ سب لعنت کے ماتحت ہیں چنانچہ لکھا ہے کہ جو کوئی ان سب باتوں کے کرنے پر قائم نہیں رہتا جو شریعت کی کتاب میں لکھی ہیں وہ لعنتی ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ شریعت کے وسیلہ سے کوئی شخص خدا کے نزدیک راستباز نہیں ٹھہرتا کیونکہ لکھا ہے کہ راستباز ایمان سے جیتا رہے گا اور شریعت کو ایمان سے کچھ واسطہ نہیں'' (گلتیوں باب ۳ آیت ۹ تا ۱۲)

دیکھئے یہاں پر بھی پولس کہتا ہے جتنے لوگ شریعت کے اعمال پر تکیہ اور سہارا لے کر جیتے ہیں وہ سب لعنتی ہیں، دوسری بات اس نے یہاں یہ کہی کہ شریعت کے وسیلہ سے کوئی شخص خدا کے نزدیک راستباز اور نیک نہیں ٹھہرتا ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ نیک وہی شخص ہے جو میری تعلیمات پر عمل کرے۔

اور تیسری بات یہ کہی کہ شریعت کو ایمان سے کچھ واسطہ اور تعلق نہیں ہے، سوال یہ ہے کہ جب شریعت ہی نہیں ہے تو عمل کس چیز پر ہوگا؟ ظاہر بات ہے کہ وہ اپنی خودساختہ شریعت پر عمل کروانا چاہتا ہے اور حضرت مسیح کی شریعت سے بغاوت کرانا چاہتا ہے۔

اسی طرح ایک اور مقام پر لکھتا ہے ''راستبازی اگر شریعت کے وسیلہ سے ملتی تو مسیح کا مرنا عبث ہوتا'' (گلتیوں باب ۲ آیت ۲۱) گویا پولس کا مطلب یہ ہے کہ راستبازی اور نیک ہونے کا مدار مسیح علیہ السلام کے سولی پر چڑھنے اور آپ کے خدا ہونے اور کفارہ بننے پر ایمان کے عقیدے پر ہے، شریعت پر چلنے سے انسان نیک نہیں ہوسکتا، پولس کا ان باتوں کو بیان کرنا اور شریعت کو لعنت کہنا اللہ تعالیٰ سے کھلی بغاوت ہے، کیونکہ بائبل میں جگہ جگہ شریعت پر عمل کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

چنانچہ بائبل میں لکھا ہے ''مبارک ہیں وہ جو کامل رفتار ہیں، جو خداوند کی شریعت پر عمل کرتے ہیں'' (زبور ۱۱۹ آیت ۱)

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''میں خداوند ہوں تم میری شریعتوں کو ماننا'' (احبار باب ۱۹ آیت ۱۹)

ایک اور مقام پر لکھا ہے ''لعنت اس پر جو اس شریعت کی باتوں پر عمل کرنے کے

لئے اُن پر قائم نہ رہے اور سب لوگ کہیں آمین'' (استثنا باب ۲۷ آیت ۲۶)

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''اور جن باتوں کا میں آج کے دن تجھ کو حکم دیتا ہوں اُن میں سے کسی سے دہنے یا بائیں ہاتھ مڑ کر اور معبودوں کی پیروی اور عبادت نہ کرے، لیکن اگر تو ایسا نہ کرے کر خداوند اپنے خدا کی بات سن کر اس کے سب احکام اور آئین پر جو آج کے دن میں تجھ کو دیتا ہوں احتیاط سے عمل کرے تو یہ سب لعنتیں تجھ پر نازل ہونگی اور تجھ کو لگیں گی، شہر میں بھی تو لعنتی ہوگا اور کھیت میں بھی لعنتی ہوگا، تیرا ٹوکرا اور تیری کٹھوتی دونوں لعنتی ٹھہریں گے، تیری اولاد اور تیری زمین کی پیداوار اور تیرے گائے، بیل بڑھتی اور تیری بھیڑ بکریوں کے بچے لعنتی ہوں گے، تو اندر آتے لعنتی ٹھہرے گا اور باہر جاتے بھی لعنتی ٹھہرے گا، اور خداوند ان سب کاموں میں جن کو تو ہاتھ لگائے لعنت اور اضطراب اور پھٹکار کو تجھ پر نازل کرے گا، جب تک کہ تو ہلاک ہو کر جلد نیست و نابود نہ ہو جائے، یہ تیری ان بداعمالیوں کے سبب سے ہوگا، جن کو کرنے کی وجہ سے تو مجھ کو چھوڑ دے گا'' (استثنا باب ۲۸ آیت ۱۴، ۲۰)

غور فرمائیں اللہ تعالیٰ نے شریعت پر عمل کرنے کا کتنی سختی سے حکم دیا ہے پہلے حوالہ میں اللہ تعالیٰ نے شریعت پر عمل کرنے والے کو مبارک اور خوش نصیب کہا ہے، پھر دوسرے حوالہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میری شریعتوں کو ماننا، یہاں پر اللہ تعالیٰ نے شریعت کے لفظ کو جمع کے لفظ کو ذکر کیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ میری آئندہ آنے والی تمام شریعتوں کو ماننا اور اس پر عمل کرنا، یہ حکم اللہ تعالیٰ نے تورات میں بیان کیا ہے، جس پر یہودی عمل کرتے ہیں، تورات پر عمل کرنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر عمل ہوگا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت ہے، اس پر بھی مذکورہ حکم کی وجہ سے عمل کرنا ضروری ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کی شریعت پر عمل کرنے کا بھی حکم دیا ہے۔

پولس کہتا ہے کہ شریعت پر عمل کرنے والا لعنتی ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ شریعت پر عمل کرنے والا مبارک اور خوش نصیب ہے، یہ اللہ تعالیٰ سے کتنی بڑی بغاوت ہے؟ آخری دونوں حوالوں میں اللہ تعالیٰ نے شریعت پر عمل نہ کرنے والوں کو لعنتی کہا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے

فرمایا ہے کہ اس پر ہر جگہ ہر وقت لعنت برستی ہے جو شریعت پر عمل نہیں کرتا، اس کے مال پر بھی لعنت برستی ہے اور اس کی اولاد پر بھی، اس سے معلوم ہوا کہ شریعت پر عمل نہ کرنے والے لعنتی ہیں، اور جو شخص لوگوں کو شریعت پر عمل کرنے سے روکتا ہو تو وہ مذکورہ عبارت کی رُو سے اس سے بڑا لعنتی ہوگا۔

پولس جو حضرت مسیح علیہ السلام کو لعنتی ثابت کرنے پر تُلا ہوا تھا ہم نے اس کو لعنتی ثابت کر دیا ہے، سبحان اللہ! کیا شان ہے اللہ کی، جو شخص اللہ تعالیٰ کے نبی کی توہین کرتا ہے، اس کا انجام بُرا ہی ہوتا ہے ؎

اُلجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں
لو آپ اپنے دام میں خود صیاد آ گیا

میرا مسیحی حضرات سے سوال ہے کہ کیا یہی مسیحیت ہے جس کی مسیحی حضرات سادہ لوح مسلمانوں کو دن رات تبلیغ کرتے نظر آتے ہیں؟ جس میں مسیحی حضرات کے نبی کو اور اس کو شریعت کو لعنتی کہا گیا ہے، کیا یہی وہ دینِ حق ہے جس کی مسیحی حضرات خط و کتابت کورس کے ذریعہ سے مطالعہ کرنے کی دعوت دیتے ہیں؟ خط و کتابت کورس کے ذریعہ اللہ کے نبی اور اس کی شریعت کا مزاق اڑایا جاتا ہے؟

خدا کے لئے حضرت مسیح علیہ السلام کی اصل تعلیمات کو سمجھیئے اور اس پر عمل کرنے کی خود بھی کوشش کیجئے اور دوسرں کو بھی اس کی دعوت دیجئے، آپ کے عقیدے کے مطابق تو احکام میں نسخ بھی نہیں ہوتا، اس لئے یہاں پر یہ تاویل نہیں چل سکتی کہ شریعت پر عمل کرنے کا حکم تورات میں ہے نہ کا انجیل میں۔

پولس کی حضرت مسیح سے کھلی بغاوت:.

حضرت مسیح علیہ السلام اپنی ساری زندگی لوگوں کو شریعتِ عیسوی پر عمل کی دعوت دینے کے ساتھ ساتھ انجیل سے پہلی کتابوں یعنی تورات اور زبور وغیرہ پر بھی ایمان لانے کی دعوت دیتے تھے، بلکہ آپ نے انجیل میں تو یہاں تک فرمایا ہے ”یہ نہ سمجھو کہ میں توریت

یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں، منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں، کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں، ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت سے ہرگز نہ ٹلے گا۔ (انجیل متی باب ۵ آیت ۱۷)

ایک اور مقام پر حضرت مسیح ارشاد فرماتے ہیں "پس جو کچھ تم چاہتے ہو کہ لوگ تمہارے ساتھ کریں وہی تم بھی ان کے ساتھ کرو، کیونکہ توریت اور نبیوں کی تعلیم یہی ہے،، (انجیل متی باب ۷ آیت ۱۲)

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ حضرت مسیح علیہ السلام توریت اور دوسری کتابوں کے لئے ناسخ بن کر نہیں آئے، اور مسیح علیہ السلام لوگوں کو توریت وغیرہ پر عمل کرنے کا حکم دیتے تھے۔

بغاوت کی پہلی مثال :.

لیکن پولس حضرت مسیح سے بغاوت کرتے ہوئے کہتا ہے "جب اس نے نیا عہد کہا تو پہلے (توریت، ناقل) کو پُرانا ٹھہرایا اور جو چیز پُرانی اور مدت کی ہو جاتی ہے، وہ مٹنے کے قریب ہو جاتی ہے" (عبرانیوں باب ۸ آیت ۱۳)

ایک اور مقام پر لکھتا ہے "اور جب کہانت بدل گئی تو شریعت کا بھی بدلنا ضرور ہے" (عبرانیوں باب ۷ آیت ۱۲) اور مزید کہتا ہے " کیونکہ اگر پہلا عہد بے نقص ہوتا تو دوسرے کے لئے موقع نہ ڈھونڈا جاتا" (عبرانیوں باب ۸ آیت ۷) ایک اور جگہ لکھتا ہے "غرض پہلا حکم کمزور اور بے فائدہ ہونے کے سبب سے منسوخ ہوگیا (کیونکہ شریعت نے کسی چیز کو کامل نہیں کیا)" (عبرانیوں باب ۷ آیت ۱۸)

دیکھئے پولس یہاں پر کتنی جرأت سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کو منسوخ کر رہا ہے، حالانکہ حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں، منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں، پولس نے شریعت موسوی کو منسوخ کر کے حضرت سے بہت بڑی بغاوت کی ہے، اور انجیل میں تحریف

کا بہت بڑا دروازہ کھول دیا ہے، اس سے زیادہ حضرت مسیح علیہ السلام سے دشمنی کی کیا مثال ہو سکتی ہے جس نے دینِ عیسوی کو ہی بدل دیا ہو؟

بغاوت کی دوسری مثال:.

ختنہ کا حکم حضرت ابراہیم علیہ السلام سے چلا آ رہا ہے اور شریعتِ موسوی میں بھی ختنہ کروانے کا حکم ہے، چنانچہ تورات میں لکھا ہے ''اور آٹھویں دن لڑکے کا ختنہ کیا جائے (احبار باب۱۲ آیت۳)

ایک اور مقام پر ارشاد ہے ''پھر خدا نے ابرہام سے کہا کہ تو میرے عہد کو ماننا اور تیرے بعد تیری نسل پشت در پشت اُسے مانے اور میرا عہد جو میرے اور تیرے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان ہے اور جسے تم مانو گے سو یہ ہے کہ تم میں سے ہر ایک فرزندِ نرینہ کا ختنہ کیا جائے اور تم اپنے بدن کی کھلڑی کا ختنہ کیا کرنا اور یہ اس عہد کا نشان ہو گا جو میرے اور تمہارے درمیان ہے، تمہارے ہاں پشت در پشت ہر لڑکے کا ختنہ جب وہ آٹھ روز کا ہو کیا جائے، خواہ وہ گھر میں پیدا ہو، خواہ اُسے کسی پردیسی سے خریدا ہو جو تیری نسل سے نہیں، لازم ہے کہ تیرے خانہ زاد اور تیرے زر خرید کا ختنہ کیا جائے اور میرا عہد تمہارے جسم میں ابدی عہد ہو گا اور وہ فرزندِ نرینہ جس کا ختنہ نہ ہوا ہو اپنے لوگوں میں سے کاٹ ڈالا جائے، کیونکہ اس نے میرا عہد توڑا'' (پیدایش باب ۱۷ آیت ۹،۱۴)

اس عبارت کو ملاحظہ فرمائیں اللہ تعالیٰ نے ختنہ کا کس قدر تاکید ی حکم دیا ہے، شروع عبارت میں حضرت ابراہیمؑ کو اللہ نے یہ حکم دیا کہ یہ ختنہ والا عہد جو میں تم سے لے رہا ہوں اس کو تیری نسل پشت در پشت مانے، ظاہر بات ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام بھی حضرت ابراہیمؑ کی نسل میں سے تھے جیسا کہ انجیل متی باب ۱ آیت ۱ میں حضرت مسیح علیہ السلام کا نسب نامہ یوں شروع کیا ہے ''یسوع مسیح ابن داؤد ابن ابرہام کا نسب نامہ اسی حکم پر عمل کرتے ہوئے حضرت مسیحؑ کا بھی ختنہ کیا گیا تھا، چنانچہ لکھا ہے ''جب آٹھ دن پورے ہوئے اور اس کے ختنہ کا وقت آیا تو اس کا نام یسوع رکھا گیا'' (انجیل لوقا باب ۲ آیت ۲۱)

دوسری بات یہ ہے کہ اوپر والی عبارت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میرا یہ حکم تمہارے جسم میں ہمیشہ ہوگا، یہ الفاظ بھی اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ ختنہ کا حکم ابھی تک باقی ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے علاوہ میں بھی ختنہ کا حکم دیا ہے جس پر یہ عبارت دلالت کرتی ہے، ''خواہ وہ گھر میں پیدا ہوا ہو، خواہ اُسے کسی پردیسی سے خریدا ہو جو تیری نسل یعنی بنی اسرائیل سے نہیں، لازم ہے کہ تیرے خانہ زاد اور زرخرید کا ختنہ کیا جائے، تو معلوم ہوا کہ ختنہ کروانا ضروری ہے، اگر ختنہ نہ کرایا جائے تو اس شخص کی سزا اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ اپنے لوگوں میں سے کاٹ ڈالا جائے۔

چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنا اور اپنے خاندان کے مردوں اور دوسرے مردوں کا ختنہ کروایا تھا جس کا ذکر پیدایش باب ۱۷ آیت ۲۲، ۲۷ کیا گیا ہے۔

لیکن پولس حضرت مسیح علیہ السلام سے بغاوت کرتے ہوئے کہتا ہے'' دیکھو میں پولس تم سے کہتا ہوں کہ اگر تم ختنہ کرواؤ گے تو مسیح سے تم کو کچھ فائدہ نہ ہوگا'' (گلتیوں باب ۵ آیت ۲)

اور مزید کہتا ہے'' کیونکہ نہ ختنہ کچھ چیز ہے نہ نامختونی، بلکہ نئے سرے سے مخلوق ہونا'' (گلتیوں باب ۶ آیت ۱۵)

دیکھا آپ نے پولس کی بغاوت کا حال! حضرت مسیح تو اپنا ختنہ کروائیں اور کہیں کہ میں تورات کو منسوخ کرنے نہیں بلکہ مکمل کرنے آیا ہوں، اور پولس کہہ رہا ہے کہ اگر تم ختنہ کرواؤ گے تو مسیح سے تم کو کچھ فائدہ نہ ہوگا؟

اب اس ختنہ والے حکم پر عمل نہ ہونیکی وجہ سے مسیحی حضرات کو پولسی تو کہا جا سکتا ہے مسیحی نہیں، ہم نے یہاں نمونے کے طور پر پولس کے چند نظریات کا رد کر دیا ہے جو مسیحی حضرات کے لئے بنیادی عقائد کی حیثیت رکھتے ہیں، اور اس پر بائبل ہی سے ایسے دلائل قائم کر دیئے ہیں کہ جن سے موجودہ مسیحی عقائد کی دھجیاں آسمان میں بکھر کر رہ جاتی ہیں اور کسی رفوگر کے لئے ممکن نہیں ہے کہ ان میں پیوند کاری کر سکے، اگر کوئی مسیحی بھائی ان دلائل کے

بعد بھی اس بات پر اصرار اور ضد کرتا ہو کہ مذکورہ عقائد پولس کے خود ساختہ نہیں ہیں بلکہ یہ وہی عقائد ہیں کہ جن کی حضرت مسیح علیہ السلام اپنی پوری زندگی اشاعت اور تبلیغ کرتے رہے ہیں تو ہم یہاں اس شخص کے لئے حضرت مسیحؑ کے چند ارشاد ذکر کر دیتے ہیں، جن کی روشنی میں وہ اپنے ایمان اور عقائد کے درست ہونے کا صحیح جائزہ لے سکتا ہے۔

مسیحی حضرات کو حضرت مسیح کے ارشادات سے اپنے ایمان کو پرکھنے کی دعوت:۔

حضرت مسیح علیہ السلام نے چند چیزوں کو ایمان کی علامتیں قرار دیا ہے وہ یہ ہیں، آپ فرماتے ہیں ’’میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اگر تم میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا تو اس پہاڑ سے کہہ سکو گے کہ یہاں سے سرک کر وہاں چلا جا اور وہ چلا جائے گا اور کوئی بات تمہارے لئے ناممکن نہ ہوگی‘‘ (انجیل متی باب ۱۷ آیت ۲۵)

’’میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو کوئی اس پہاڑ سے کہے تو اکھڑ جا اور سمندر میں جا پڑ اور اپنے دل میں شک نہ کرے بلکہ یقین کرے کہ جو کہتا ہے وہ ہو جائے گا تو اس کے لئے وہی ہوگا‘‘ (انجیل مرقس باب ۱۱ آیت ۲۲)

’’اور ایمان لانے والوں کے درمیان یہ معجزے ہوں گے، وہ میرے نام سے بدروحوں کو نکالیں گے، نئی نئی زبانیں بولیں گے، سانپوں کو اٹھالیں گے اور اگر کوئی ہلاک کرنے والی چیز پئیں گے تو ان میں کچھ ضرر نہ پہنچے گا، وہ بیماروں پر ہاتھ رکھیں گے تو اچھے ہو جائیں گے‘‘ (انجیل مرقس باب ۱۶ آیت ۱۷، ۱۸)

’’میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو مجھ پر ایمان رکھتا ہے، یہ کام جو میں کرتا ہوں وہ بھی کرے گا بلکہ ان سے بھی بڑے کام کرے گا‘‘ (انجیلِ یوحنا باب ۱۴ آیت ۱۲) اگر کوئی مسیحی یہ کام کر سکتا ہے تو آئے اور اپنے سچے مسیحی ہونے کا ثبوت دے۔

اختتامیة

عیسائی حضرات کے عقیدہ کے مطابق حضرت عیسیٰؑ جہنم میں داخل ہوئے :۔

مشہور مؤرخ بَلْ اپنی تاریخ میں مرسیونی فرقہ جسے مرقیونی بھی کہتے ہیں کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتا ہے ''اس فرقہ کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ مرنے کے بعد داخل جہنم ہوا اور قابیل اور اہل سدوم کی رُوحوں کو نجات دی، کیونکہ یہ سب وہاں موجود تھے۔

پادری مارطیروس کا کہنا ہے ''کہ جب مسیح نے انسانی جسم کو قبول کیا تو اس کے لئے ضروری ہوگیا کہ تمام انسانی عوارض کو قبول اور برداشت کرے ،لہٰذا وہ جہنم میں بھی داخل ہوا،اور عذاب بھی دیا گیا''

پادری فلپس کواونویس نے احمد الشریف بن زین العابدین کے رسالہ کی تردید میں عربی زبان میں ایک کتاب لکھی ،جس کا نام اس نے ''خیالاتِ فلپس'' رکھا یہ کتاب رومة الکبریٰ کے علاقہ بسلوقیت میں ۱۶۶۹ء میں طبع ہوئی ، پادری فلپس کواونویس اس کتاب میں لکھتا ہے ''جس نے ہماری رہائی کے لئے دکھ اٹھایا ہے اور دوزخ میں گرا، پھر تیسرے دن مردوں کے درمیان اُٹھ کھڑا ہوا''۔

شہر لکھنؤ میں ۱۸۳۳ء میں مشہور پادری یوسف ولف کا ایک شیعہ مجتہد کے ساتھ تحریری مناظرہ ہوا،شیعہ مجتہد نے اس پادری سے اس عقیدہ کے متعلق سوال کیا تو پادری نے جواب دیا ''بیشک مسیحؑ جہنم میں داخل ہوئے اور انہیں عذاب دیا گیا ،لیکن اس میں کوئی مضائقہ نہیں، اس لئے کہ یہ جہنم کا داخلہ اپنی امت کی نجات کے لئے تھا''۔

پر یٹر بک میں اتھانی مشیس کے ذیل میں جس پر تمام عیسائی ایمان رکھتے ہیں لفظ ''ہیل''، موجود ہے جس کے معنی جہنم ہیں۔

اب قارئین ہی ذرا غور فرمائیں کہ اس عقیدے پر ایمان لانے میں حضرت عیسیٰؑ کی توہین ہے یا تعظیم؟ ایک طرف تو حضرت عیسیٰؑ کے متعلق عیسائی حضرات خدا ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں اور دوسری طرف حضرت عیسیٰؑ کو جہنم میں داخل کرنے پر تُلے ہوئے ہیں، عیسائی حضرات تعصب کی عینک اُتار کر ذرا غور فرمائیں کہ کیا اس سے زیادہ حضرت عیسیٰؑ کی توہین ہوسکتی ہے؟ کیا خدا اتنا ہی مجبور اور بے بس تھا کہ اس کو بھی جہنم میں داخل کر کے اپنی امت کو بچانا پڑا؟ کیا خدا جہنم میں داخل ہونے کے بغیر اپنی امت کو نجات دینے پر قادر نہ تھا؟ خدا کی اس سے بڑھ کر اور کیا توہین ہوسکتی ہے؟

تحریفِ بائبل عیسائی مؤرخین اور مفسرین کی نظر میں:۔

مذکورہ بالا تفصیلات سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ بائبل میں تحریفِ لفظی اور تحریفِ معنوی دونوں پائی جاتی ہیں، آخر میں بائبل کی تحریف کے مسئلہ میں اتمامِ حجت کے لئے عیسائی مؤرخین اور مفسرین کے اقوال کو پیش کرنا بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا، ذیل میں چند عیسائی مؤرخین اور مفسرین کی عبارات درج کی جاتی ہے۔

سب سے پہلے مشہور تین آسمانی کتابوں توراۃ، زبور اور انجیل کی تحریف کے متعلق چند حوالے پیشِ خدمت ہیں۔

زبور میں تحریف کے متعلق مفکرین کے اقوال:۔

مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ زبور وہ کتاب ہے، جو حضرت داؤد علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے، لیکن عیسائی حضرات کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر زبور نازل نہیں فرمائی تھی، بلکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر الہام فرمایا تھا، پھر حضرت داؤد علیہ السلام نے اس کو خود لکھا ہے، عیسائی حضرات کے اس عقیدہ کے خلاف مؤرخین کی چند عبارات نقل کی جاتی ہیں، جن میں یہ صراحت موجود ہے کہ موجودہ

زبور حضرت داؤد علیہ والسلام کی تصنیف نہیں ہے، اوراس زبور میں بھی تحریف ہوچکی ہے۔

کامٹ کی تحقیق:۔

کامٹ کی تحقیق یہ ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی تصنیف کردہ زبوروں کی کل تعداد صرف پینتالیس ہے، ان کے علاوہ باقی زبوریں دوسرے لوگوں کی تصنیف کردہ ہیں۔

ہارن کی تحقیق:۔

ہارن کا کہنا ہے کہ متأخرین علماء یہود اور بائبل کے تمام عیسائی مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ زبور موسیٰ ؑ ، داؤد ؑ ، سلیمان ؑ اساف، ہیمان، اتھان، جدوتھن اور قورح کے تین بیٹوں کی تصنیف ہے۔

ھنری واسکاٹ کی تفسیر:۔

زبور نمبر ۱۰۵ عبرانی نسخہ کی آیت ۲۸ میں یوں لکھا ہے کہ ''انہوں نے اس کی باتوں سے سرکشی نہیں کی''۔

اور یونانی نسخہ میں یوں لکھا ہے ''انہوں نے اس کے قول کے خلاف کیا''۔

یہاں پر پہلے نسخہ میں (عبرانی نسخہ میں) نفی ہے اور دوسرے نسخہ (یونانی) میں اثبات ہے، اس لئے یہ بات ماننی پڑے گی کہ یقیناً دونسخوں میں سے ایک میں تحریف ہوئی ہے۔

چنانچہ ہنری واسکاٹ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ''اس فرق کی وجہ سے بحث طویل ہوگئی ہے اور ظاہر یہی ہے کہ اس کا سبب کسی حرف کی زیادتی ہے یا کمی''۔

مذکورہ بالا حوالوں سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں (۱) پہلی یہ کہ موجودہ زبور حضرت داؤد علیہ السلام کی تصنیف نہیں ہے (۲) دوسری یہ کہ موجودہ زبور جس کی بھی تصنیف ہے، اس میں تحریف ہوچکی ہے۔

توریت میں تحریف کے متعلق مؤرخین کے اقوال:۔

توریت کے متعلق مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کوکوہِ طور پر بلا کر عطا کی تھی ،لیکن یہوداور عیسائی حضرات کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے توریت کوخودلکھا ہے،اوروہ حضرت موسیٰ کی تصنیف ہے،ذیل میں چند مؤرخین اور مفسرین کے اقوال پیش کئے جاتے ہیں ،جن سے یہ بات واضح ہوجائیگی، موجودہ توریت صرف حضرت موسیٰ کی تصنیف نہیں ہے، بلکہ اس میں بعد میں بھی تحریفات اوراضافے ہوئے ہیں۔

یادرہے کہ توریت ان پانچ کتابوں کے مجموعہ کانام ہے (۱) کتاب پیدائش (۲) کتاب خروج (۳) کتاب احبار (۴) کتاب گنتی (۵) کتاب استثناء۔

کالمنٹ،رابٹ اورٹیلر کی تحقیق:۔

ڈکشنری بائبل مطبوعہ امریکہ ۱۸۴۳ء اور مطبوعہ انگلینڈ اور ہندوستان ،جس کی تالیف کا آغاز کالمنٹ نے اور تکمیل رابٹ اورٹیلر نے کی ہے،اس میں بائبل کی تفسیروں کے حوالہ سے یوں لکھا ہے:۔

”بعض جملے جوحضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب میں پائے جاتے ہیں،وہ صاف اس اَمر پر دلالت کرتے ہیں کہ وہ ان کا کلام نہیں ہے،مثلاً کتاب گنتی کے باب ۳۲ آیت ۴۰ اور کتاب استثناء کے باب ۳ کی آیت ۴ ،اوراسی طرح اس کتاب کی بعض دوسری عبارتیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کلام کے محاورات کے مطابق نہیں ہیں،اورہم یقین کے ساتھ یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ جملے اور یہ عبارتیں کس شخص نے شامل کی ہیں“

ھنری واسکاٹ کی تفسیر کاحوالہ:۔

ہنری واسکاٹ کی تفسیر کے جامعین توریت کی کتاب استثناء باب ۳ آیت ۱۴ میں آخری جملہ کے تحریف شدہ ہونے کے متعلق یوں کہتے ہیں کہ:۔

''آخری جملہ الحاقی ہے، جس کو موسیٰ علیہ السلام کے بعد کسی نے شامل کیا ہے اور اگر اس کو چھوڑ دیا جائے تو بھی مضمون میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوتی''۔

اسی طرح کتاب استثناء کے مکمل باب ۳۴ کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ اس باب کو بعد میں توریت کی کتاب استثناء میں شامل کیا گیا ہے، چنانچہ ہنری واسکاٹ کی تفسیر میں یوں لکھا ہے:۔ ''پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کلام گذشتہ باب پر ختم ہو گیا، یہ باب الحاق ہے اور اس کو شامل کرنے والا یوشع ہے یا سموئیل یا عزرا یا انکے بعد کا کوئی اور پیغمبر ہے جو یقین کے ساتھ معلوم نہیں ہے، غالباً آخری آیتیں عزرا کے عہد میں اس زمانہ کے بعد شامل کی گئی ہیں، جب کہ بنی اسرائیل کو بابل کی قید سے آزادی حاصل ہوئی''۔

اسی سے ملتی جلتی بات ڈی آئلی اور رچرڈ منٹ کی تفسیروں میں بھی ہے، ملاحظہ فرمائیں کہ ان کتب مقدسہ کے مفسرین کے پاس کوئی متواتر ایسی سند موجود نہیں ہے، جس سے ان کتابوں کے اصل مصنفین کا تعین ہو سکے، گویا تحریف کا تو اقرار ہے لیکن ظن اور قیاس سے یہ بات کہی جا رہی ہے، کہ فلاں فلاں شخص نے یہ کام کیا ہوگا۔

اسی طرح توریت کی کتاب ''پیدائش'' باب ۱۲ آیت ۶، اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں لکھا ہے۔

''اور ابرام اس ملک میں سے گزرتا ہوا مقام سکم میں مورہ کے بلوط تک پہنچا، اس وقت ملک میں کنعانی رہتے تھے''۔

ہنری واسکاٹ کی تفسیر میں لکھا ہے ''یہ جملہ کہ'' اس وقت ملک میں کنعانی رہتے تھے، اور اسی طرح کتبِ مقدسہ کے بعض دوسرے مقامات پر کچھ جملے ربط کی وجہ سے شامل کر دیئے گئے ہیں، جن کو عزرا ؑ یا کسی دوسرے الہامی شخص نے، ان کی تصنیف کے بہت بعد جمع و تدوین کے زمانہ میں تمام کتبِ مقدسہ میں شامل کر دیا ہے۔

ہورن کااعترافِ تحریف:.

کتاب پیدائش باب۱۴ آیت۱۴ اور باب۱۲ آیت ۱۸ کے چند متضاد الفاظ کے بارے میں ہورن یہ عذر پیش کرتا ہے۔

''ممکن ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لیس اور قریہ اربع ہی لکھا ہو اور کسی ناقل نے وضاحت کے لئے ان دونوں لفظوں کو دان اور جبرون کے لفظوں سے تبدیل کردیا ہو''۔

مذکورہ بالاحوالوں میں غورفرمائیں کہ توریت میں بھی تحریف کے بارے میں مؤرخین کتنی صراحت سے تحریف کا اقرار کررہے ہیں، ان عبارات سے بھی دو باتیں سامنے آتی ہیں (۱) موجودہ تورات کے مصنف حضرت موسیٰ علیہ السلام نہیں بلکہ بعد کا کوئی شخص ہے۔ (۲) یہودی اور عیسائی حضرات کا یہ کہنا کہ تورات میں تحریف نہیں ہوئی غلط ثابت ہوتا ہے، اس کے علاوہ اور بھی بہت سے مؤرخین نے توریت کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تصنیف ہونے سے انکار کیا ہے، جن میں نورٹن کا نام سرفہرست ہے۔

اناجیل اربعہ کے متعلق عیسائی مؤرخین کے اقوال:.

مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسائی حضرات کی ہدایت کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل کو نازل فرمایا تھا، اور یہ انجیل عبرانی زبان میں تھی، بعد میں اس کو ضائع کردیا گیا، لیکن عیسائی حضرات کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ پر انجیل نامی کوئی کتاب نازل نہیں فرمائی تھی، بلکہ بعد میں آپ کے پیروکار اور حواریوں نے الہام سے انجیلیں لکھیں تھیں، ان میں چار انجیلیں معتبر ہیں۔(۱) انجیل متیٰ (۲) انجیل مُرقُس (۳) انجیلِ لوقا (۴) انجیلِ یوحنا، ان چاروں کا تذکرہ ترتیب وار ذیل میں کیا جاتا ہے۔

انجیل متیٰ میں تحریف کے متعلق مؤرخین کے اقوال:.

عیسائی حضرات کے نزدیک انجیلِ متیٰ کو اول مقام حاصل ہے، لیکن اس انجیل کے ساتھ بہت زیادہ بُرا سلوک کیا گیا ہے، حضرت متیٰ حواری نے یہ انجیل عبرانی زبان میں لکھی تھی، بعد میں کسی نامعلوم شخص نے اس کا یونانی زبان میں ترجمہ کردیا تھا، عیسائی حضرات میں متأخرین کا کہنا ہے کہ متیٰ حواری نے یہ انجیل عبرانی زبان میں نہیں بلکہ یونانی زبان میں لکھی تھی۔

ذیل میں متقدمین عیسائی مؤرخین کے چند اقوال اور عبارات درج کی جاتی ہیں، جن سے یہ بات ثابت ہوجائیگی کہ متیٰ کی انجیل عبرانی زبان میں لکھی گئی تھی اور اس میں بھی تحریف ہوچکی ہے۔

ڈی آئلی اور رچرڈمنٹ کی تفسیر کاحوالہ کہ انجیل متیٰ عبرانی زبان میں تھی:.

ڈی آئلی اور رچرڈ منٹ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ:۔

''پچھلے دور میں بڑا سخت اختلاف پیدا ہوا ہے کہ یہ انجیل کس زبان میں لکھی گئی تھی، مگر چونکہ بہت سے متقدمین نے تصریح کی ہے کہ متی نے اپنی انجیل عبرانی زبان میں لکھی، جو فلسطین کے باشندوں کی زبان تھی، اس لئے یہ اس سلسلہ میں قول فیصل ہے''۔

لارڈ نر کاحوالہ کہ انجیل متیٰ عبرانی زبان میں لکھی گئی تھی:.

لارڈ نر کلیات ج۲ ص ۵۰۱ میں لکھتا ہے:۔

''آگسٹائن لکھتا ہے کہ کہا جاتا ہے کہ صرف متیٰ نے چاروں انجیل والوں میں سے

اپنی انجیل عبرانی میں لکھی اور دوسروں نے یونانی میں''۔

ہورن کی تحقیق کہ انجیل متیٰ عبرانی زبان میں لکھی گئی تھی:۔

ہورن اپنی تفسیر کی ج۴ میں لکھتا ہے:۔

''بلرمن اور کروٹیس اور کسابن اور والٹن ، ٹاملائن ، کیو، ہمڈ، ول ، ہارورڈ، اوڈن، وکین بل، وائی کلارک ، سائمن ، تلی مینٹ ، پری لٹس اور ڈوین ، کامتھ، میکائلس ، اری نیس، آرسیجن، سرل ، اپی فینس ، کریزاسٹم اور جیروم وغیرہ ان علماء متقدمین اور متأخرین نے پے پیاس کے اس قول کو ترجیح دی ہے کہ یہ انجیل عبرانی زبان میں لکھی گئی تھی''۔

ریو کی تحقیق کہ انجیلِ متیٰ عبرانی زبان میں لکھی گئی تھی:۔

ریو نے اپنی انجیل کی تاریخ میں اپنی تحقیق یوں بیان کی ہے:۔

''جو شخص یہ کہتا ہے کہ متیٰ نے اپنی انجیل یونانی میں لکھی تھی وہ غلط کہتا ہے، کیونکہ یوسی بیس نے اپنی تاریخ میں اور مذہب عیسوی کے بہت سے رہنماؤں نے تصریح کی ہے کہ متیٰ نے اپنی انجیل عبرانی میں لکھی تھی نہ کہ یونانی میں''۔

مذکورہ حوالوں سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے، کہ متیٰ کی انجیل عبرانی زبان میں لکھی گئی تھی نہ کہ یونانی زبان میں۔

متیٰ کی انجیل میں تحریف کے متعلق مؤرخین کے اقوال:۔

عبرانی نسخہ کا یونانی زبان میں ترجمہ کرکے عبرانی نسخہ کو ضائع کر دیا گیا تھا، اور یہ بھی معلوم نہیں کہ اس کا یونانی میں ترجمہ کس نے کیا؟ ذیل میں متیٰ کی انجیل میں تحریف کے متعلق

چند اقوال پیش کئے جاتے ہیں:۔

ھنری واسکاٹ کی تفسیر کا حوالہ:۔

ہنری واسکاٹ کی تفسیر کے جامعین کہتے ہیں:۔

''عبرانی نسخہ کے معدوم ہونے کا سبب یہ ہوا کہ فرقہ ابیونیہ نے جو مسیح کی الوہیت اور خدائی کا منکر تھا، اس نسخہ میں تحریف کی، اور پھر وہ یروشلم کے فتنہ کے بعد ضائع ہو گیا''۔

لارڈنر کی تفسیر کا حوالہ:۔

لارڈنر اپنی تفسیر کلیات کی جلد ۲ ص ۱۱۹ میں متیٰ کی انجیل میں تحریف کے متعلق یوں لکھتا ہے:۔

''یوپیاس نے لکھا ہے کہ متیٰ نے اپنی انجیل عبرانی میں لکھی تھی اور ہر شخص نے اس کا ترجمہ اپنی لیاقت کے مطابق کیا''۔

فاسٹس کا حوالہ:۔

چوتھی صدی عیسوی کا مشہور عالم فاسٹس کہتا ہے:۔

''جو انجیل متیٰ کی جانب منسوب ہے اس کی تصنیف ہرگز نہیں ہے''۔

پروفیسر بائر جرمنی کا اعتراف:۔

پروفیسر بائر جرمنی کا کہنا ہے کہ ''یہ پوری انجیل جھوٹی ہے''۔

ڈاکٹر اولیمن اور فرقہ یونی ٹیرن کا اعتراف:۔

ڈاکٹر اولیمن اور فرقہ یونی ٹیرن کے نزدیک انجیلِ متیٰ کا پہلا باب اور دوسرا باب بعد میں بڑھا دیا گیا ہے۔

ھمفرو کی تحقیق:۔

ہمفرو کیتھولک نے ایک کتاب تالیف کی ہے جس کا نام ''سوالات السوال'' رکھا ہے، یہ لندن میں ۱۸۴۳ء میں چھپی ہے، سوال نمبر ۲ میں مصنف کہتا ہے:۔

''وہ کتابیں جن میں یہ (متیٰ کی نقل کردہ عبارت) موجود تھی ،مٹ گئیں کیونکہ انبیاء کی موجودہ کتابوں میں سے کسی میں بھی یہ نہیں ہے کہ عیسیٰ ناصری کہلائیں گے۔

مذکورہ بالا عبارات سے یہ بات واضح ہوتی ہے، متیٰ کی انجیل میں بھی ترجمہ کرنے کے بعد بکثرت تحریف ہوئی ہے ،جس کا عیسائی مؤرخین کو بھی اعتراف ہے ،عیسائی حضرات کا یہ دعویٰ کرنا کہ انجیلِ متیٰ تحریف سے محفوظ ہے،فضول ہے۔

انجیلِ مرقس میں تحریف کے متعلق مؤرخین ومفسرین کے اقوال:۔

یہ انجیلِ مُرقس کی طرف منسوب ہے ،مُرقس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری پطرس کے شاگرد ہیں ، گویا انجیل مرقس حضرت عیسیٰؑ کے حواری کی تصنیف نہیں ہے ،عیسائی حضرات اس انجیل کے بھی الہامی ہونے کے قائل ہیں ،لیکن بہت سے مؤرخین اور مفسرین نے اس کے الہامی ہونے میں کلام کیا ہے۔

اس کے علاوہ انہوں نے اس بات کا بھی اقرار کیا ہے کہ بعد میں اس میں بھی تحریف ہوگئی تھی ،ذیل میں چند حوالے پیش خدمت ہیں:۔

رسالہ الہام کا حوالہ:۔

رسالہ الہام کا مؤلّف کہتا ہے کہ اس انجیل کی حیثیت صرف ایک تاریخ کی ہے یہ الہامی نہیں ہے، چنانچہ وہ لکھتا ہے۔

''جیسا کہ متقدمین کا قول ہے کہ پطرس کے شاگرد مرقس اور پولس کے شاگرد لوقا نے ان باتوں سے جو انہیں خود معلوم تھیں یا ان سے سیکھی تھیں ،اپنی اپنی تاریخ لکھی''۔

سینٹ آئرنیوس کی تحقیق:۔

سینٹ آئرنیوس نے بھی اس بات کا اقرار کیا ہے کہ مرقس نے پطرس حواری کے وعظوں سے جو کچھ سنا، اس کو لکھ دیا، چنانچہ وہ لکھتا ہے۔

’’پطرس کے مرید اور ترجمان مرقس نے پطرس اور پولس کی موت کے بعد جو چیزیں پطرس نے وعظ کی تھیں، لکھ کر دیں‘‘۔

اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ مرقس نے انجیل الہام سے نہیں لکھی تھی۔

وارڈ کی تحقیق:.

وارڈ نے اپنے اغلاط نامہ میں لکھا ہے۔

’’کہ جیروم نے اپنے ایک خط میں لکھا ہے کہ بعض متقدمین علماء کو اس انجیل کے آخری باب کے مرقس کی تصنیف ہونے میں تردّد تھا‘‘۔

اس حوالہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ مرقس کے بعد اس کی انجیل میں ردوبدل کیا گیا تھا۔

فرقہ پروٹسٹنٹ کا موقف:.

فرقہ پروٹسٹنٹ کا کہنا ہے کہ اس انجیل میں زبردست تحریف پائی جاتی ہے۔

انجیل لوقا میں تحریف کے متعلق مؤرخین ومفسرین کے اقوال:.

یہ انجیل لوقا کی طرف منسوب ہے، لوقا حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں میں سے نہیں ہے، بلکہ پولس کا شاگرد ہے، پولس کی دینِ عیسوی کے ساتھ کھلی دشمنی کا ذکر پہلے کیا جاچکا ہے، لوقا بھی چونکہ پولس کا ہی شاگرد ہے، تو اس کی لکھی ہوئی انجیل کیسے معتبر ہوسکتی ہے؟ عیسائی حضرات کا کہنا ہے کہ یہ انجیل بھی الہامی ہے۔

ذیل میں اس انجیل کے غیرالہامی اور محرّف ہونے میں چند حوالے پیش کئے جاتے ہیں۔

واسٹن کا قول:.

واسٹن اپنی کتاب ’’رسالہ الہام‘‘ کی جلد چہارم میں جوڈاکٹر بنیس کی تفسیر سے

ماخوذ ہے، لکھتا ہے:۔

''لوقا کا الہام سے نہ لکھنا، اس کے دیباچہ میں خود اس کی اپنی تحریر سے ظاہر ہے''۔

مارٹن لوتھر کا قول:۔

مارٹن کا کہنا ہے کہ انجیلِ لوقا تحریف ہونے کی وجہ سے نا قابل اعتبار ہے۔

فرقہ مارسیونی کا موقف:۔

بعض متقدمین اس انجیل کے پہلے دو بابوں میں شک کرتے تھے، چنانچہ فرقہ مارسیونی کے نسخہ میں یہ دونوں باب موجود نہیں تھے۔

ڈاکٹر لارڈز کا موقف:۔

ڈاکٹر لارڈز بعض قدما کے قول کی موافقت میں اور اس امر کا لحاظ کر کے کہ لوقا پولس کے ساتھ رہے ان کو یہودی کہتے ہیں۔

مذکورہ حوالوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انجیل لوقا الہامی نہیں ہے۔

ڈاکٹر لارڈز نے تو لوقا کے عیسائی ہونے کا ہی انکار کر دیا ہے، اس امر کے ہوتے ہوئے انجیلِ لوقا کیسے معتبر ہو سکتی ہے؟

انجیل یوحنا میں تحریف کے متعلق مؤرخین اور مفسرین کے اقوال:۔

عیسائی حضرات اس انجیل کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری یوحنا کی طرف منسوب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ یوحنا حواری کی تصنیف ہے اور عیسائی حضرات اس کے الہامی ہونے کے بھی قائل ہیں۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس انجیل کے متعلق زبردست اختلاف پایا جاتا ہے، بہت سے مؤرخین اس انجیل کے غیر الہامی اور یوحنا حواری کی تصنیف نہ ہونے کے قائل ہیں، اور

بہت سے مؤرخین ومفسرین نے اس کے تحریف شدہ ہونے کا اقرار کیا ہے۔

ذیل میں چند حوالے ذکر کیے جاتے ہیں۔

انسائیکلو پیڈیا بر ٹانیکا کا حوالہ:.

انسائیکلو پیڈیا بر ٹانیکا ج ۱۳/ص ۹۸/ مقالہ ''جان'' '' گاپل آف'' میں لکھا ہے۔

''جولوگ انجیل یوحنا پر تنقید کرتے ہیں اور ان کے حق میں ایک مثبت شہادت یہ ہے کہ ایشائے کوچک میں عیسائیوں کا ایک گروہ ایسا موجود تھا جو ۱۶۵ء کے لگ بھگ چوتھی انجیل کو یوحنا کی تصنیف ماننے سے انکار کرتا تھا اور اسے سرنتھس کی طرف منسوب کرتا تھا، اس گروہ کی یہ نسبت تو بلا شبہ غلط ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ عیسائیوں کا ایک ایسا طبقہ جو اپنی تعداد کے لحاظ سے اتنا بڑا تھا کہ سینٹ اپی فانیس نے ۳۷۴ء، ۳۷۷ء میں اسے ایک طویل تذکرے کا مستحق سمجھا جو باقی تین انجیلوں کو مانتا تھا، جو غنا سطی اور مونٹینسٹ فرقوں کا مخالف تھا، اور جو اپنے لئے کوئی الگ نام تجویز کرنے سے باز رہا، یہاں تک کہ بشپ نے اس کا نام ''الوگی'' (کلام والی انجیل کا مخالف) رکھ دیا، اگر انجیل یوحنا کی اصلیت غیر مشتبہ ہوتی تو کیا ایسا طبقہ اُس جیسے زمانے میں اور اس جیسے ملک میں انجیلِ یوحنا کے بارے میں ایسے نظریات رکھ سکتا تھا؟ یقیناً نہیں''۔

کیتھولک ہیر الڈ کا حوالہ:.

کیتھولک ہیرالڈ مطبوعہ ۱۸۴۴ء جلد ۷ ص ۲۰۵ میں لکھا ہے۔

''اسٹاولن نے اپنی کتاب میں کہا ہے کہ بلا شک وشبہ پوری انجیل یوحنا اسکندریہ کے مدرسہ کے ایک طالب علم کی تصنیف ہے''۔

ہورن کی تفسیر کا حوالہ:.

ہورن اپنی تفسیر مطبوعہ ۱۸۲۲ء ج ۴ قسم ۲ میں لکھتا ہے۔

''دوسری صدی عیسوی کا فرقہ الوجین اس انجیل کا منکر تھا، اسی طرح یوحنا کی تمام

تصانیف کا بھی انکا کرتا تھا“۔

محقق کروٹیس کاقول:۔

مشہور محقق عالم کروٹیس کہتا ہے۔

”کہ اس انجیل میں بیس (۲۰) ابواب تھے، افُسس کے گرجے نے اکیسواں باب یوحنا کی وفات کے بعد شامل کیا ہے“۔

برطشیندر کاقول:۔

مشہور محقق عالم برطشیندر کہتا ہے۔

”یہ ساری انجیل اور اسی طرح یوحنا کے تمام رسالے اس کی تصنیف ہی نہیں ہیں بلکہ دوسری صدی کے کسی عیسائی شخص نے تصنیف کر کے اس کی طرف منسوب کر دی ہیں“۔

فرانسیسی انسائیکلو پیڈیا کاحوالہ:۔

فرانسیسی انسائیکلو پیڈیا میں لکھا ہے۔

”پوری انجیلِ یوحنا خود پولس کی تصنیف ہے جسے اس نے یوحنا حواری کی طرف منسوب کر دیا ہے“۔

پادری آرچ ڈیکن برکت اللہ کاموقف:۔

مشہور پادری عالم آرچ ڈیکن برکت اللہ اپنی کتاب ”قدامت واصلیت اناجیلِ اربعہ ص ۱۳۱ ج ۲ میں لکھتا ہے۔

”پس ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ یہ روایت کہ انجیل چہارم مقدس یوحنا رسول ابن زبدی کی تصنیف ہے، صحیح نہیں ہوسکتی“۔

آگے ج ۲ ص ۱۴۱ پر مزید لکھتا ہے۔

”حق تو یہ ہے کہ اب علماء اس نظریئے کو بے چوں وچرا تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں کہ انجیل چہارم کا مصنف مقدس یوحنا بن زبدی رسول تھا، اور عام طور پر نقاد اس

نظریئے کے خلاف نظر آتے ہیں''۔

مذکورہ حوالوں سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ انجیل یوحنا نہ تو یوحنا حواری کی تصنیف ہے اور نہ یہ الہامی انجیل ہے، بلکہ کسی غیر معروف شخص نے اسے لکھا ہے، پھر بعد میں اس میں بھی تحریف اور ردو بدل ہو گیا ہے۔

بائبل کے مختلف مقامات میں تحریف کے متعلق عیسائی مؤرخین اور مفسرین کے اعترافات

آدم کلارک کا اعتراف:۔

آدم کلارک اپنی تفسیر کی جلد ۵ ص ۳۶۹ میں لکھتا ہے۔

''یہ طریقہ پرانے زمانہ سے چلا آرہا ہے کہ بڑے لوگوں کی تاریخ اور حالات بیان کرنے والے بہت ہوتے ہیں، یہی حال ''رُبّ'' (علماء یہود) کا ہے یعنی ان کی تاریخ بیان کرنے والے بھی بے شمار ہیں مگر ان کے اکثر بیانات غلط ہیں، یہ بے بنیاد واقعات کو اس طرح لکھا کرتے تھے گویا وہ یقینی واقعات ہیں اور اور انھوں نے دوسرے حالات میں بھی عمداً یا سہواً غلطیاں کیں، خاص طور پر اس سرزمین کے مؤرخ جہاں لوقا نے اپنی انجیل لکھی تھی''۔

اسی تفسیر کی جلد ۶ میں لکھا ہے۔

''یہ بات محقق ہے کہ بہت سی جھوٹی انجلیں ابتدائی مسیحی صدیوں میں رواج پا چکی تھیں، ان جھوٹے اور غیر صحیح واقعات کی کثرت نے لوقا کو اس انجیل کے لکھنے پر آمادہ کیا، اس قسم کی ۷۰ سے زیادہ جھوٹی انجلیوں کا ذکر پایا جاتا ہے، جن کے بہت سے اجزاء آج بھی موجود اور باقی ہیں، فیبری سیوس نے ان تمام جھوٹی انجلیوں کو جمع کر کے ان کو تین جلدوں میں طبع کیا، ان میں سے بعض میں شریعتِ موسوی کی اطاعت کا واجب ہونا، ختنہ کا ضروری ہونا، انجیل کی اطاعت کا واجب ہونا بیان کیا گیا ہے اور حواری کا اشارہ ان میں سے کسی ایک

انجیل کی طرف معلوم ہوتا ہے‘‘۔

یوسی بیس کااعتراف:.

یوسی بیس اپنی تاریخ کی کتاب رابع باب ۱۸ میں یوں کہتا ہے۔

’’جسٹن شہید نے طریقون یہودی کے مقابلہ میں مسیح کی بہت سی بشارتیں نقل کی ہیں اور دعویٰ کیا ہے کہ یہودیوں نے ان کو کتب مقدسہ سے خارج کر دیا ہے‘‘۔

موشیم مؤرخ کااعتراف:.

موشیم مؤرخ اپنی تاریخ مطبوعہ ۱۸۳۲ء جلد اص ۶۵ میں دوسری صدی کے علماء کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

’’افلاطون اور فیثا غورس کے عقیدہ پر چلنے والوں میں ایک مقولہ مشہور تھا کہ سچائی بڑھانے اور خدا کی عبادت کے لئے جو جھوٹ اور فریب کئے جائیں وہ نہ صرف یہ کہ جائز بلکہ لائقِ تحسین ہیں، سب سے پہلے ان لوگوں سے مصر کے یہودیوں نے یہ بات قبل مسیحؑ کے دور میں اختیار کی، جیسا کہ بہت سی قدیم کتابوں سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے، پھر یہ ناپاک غلطی ان سے عیسائیوں میں منتقل ہوگئی، چنانچہ اس کا مشاہدہ ان بہت سی کتابوں سے ہوتا ہے جو بڑے لوگوں کی طرف منسوب کر دی گئی ہیں‘‘۔

واٹسن کااعتراف:.

واٹسن ج ۲ صفحہ ۳۲ میں لکھتا ہے۔

’’مجھ کو اس امر میں ذرا بھی شک نہیں کہ وہ عبارتیں جس میں جسٹن یہودی نے طریقون کے ساتھ مناظرہ میں الزام دیا ہے کہ یہودیوں نے اُن کو خارج کر دیا ہے، جسٹن اور ارینوس کے زمانہ میں عبرانی اور یونانی نسخوں میں موجود اور کتاب مقدس کا جزو تھیں، اگر چہ ان دونوں نسخوں میں آج موجود نہیں ہیں، بالخصوص وہ عبارت جس کی نسبت جسٹن نے کہا کہ وہ کتاب یرمیاہ میں موجود تھیں، سلبرجبس نے جسٹن کے حاشیہ میں اور ڈاکٹر کریب

نے اریئوس کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ پطرس نے جس وقت اپنے پہلے خط کے باب ۴ آیت ۶ کی عبارت لکھی ہے اس وقت یہ بشارت اس کے پیشِ نظر تھی''۔

لارڈنر کا اعتراف:۔

لارڈنر اپنی تفسیر کی جلد ۵ ص ۱۲۴ میں لکھتا ہے۔

''اناجیل مقدسہ کے مصنفوں کا حال معلوم نہ ہونے کی بناء پر شاہ اناسطیوس کے حکم سے (اس زمانہ میں جب کہ مسئلہ قسطنطنیہ کا حاکم تھا) یہ فیصلہ کیا گیا کہ یہ درست نہیں ہیں، اس لئے دوبارہ صحیح کی گئی ہیں''۔

اس عبارت میں کتنی وضاحت اس بات کا اقرار کیا گیا ہے کہ تم انجیلوں کو بعد میں ردوبدل اور تحریف کا نشانہ بنایا گیا تھا۔

سطان بایزیدخان کا اعتراف:۔

مشہور یہودی عالم جو مسلمان ہو گیا تھا جس کا نام سلطان بایزید خان ہے، بعد میں اس کا نام عبدالسلامؒ رکھ دیا گیا تھا، اس نے یہودیوں کے رد میں ایک رسالہ ''الرسالۃ الہادیۃ'' کے نام سے تالیف کیا تھا، جو تین قسموں پر مشتمل ہے، اس رسالہ کی تیسری قسم میں یہودیوں کے توریت میں تحریف کرنے کی نسبت وہ لکھتا ہے۔

''توریت کی سب سے زیادہ مشہور تفسیر وہ ہے جو تلموذان کے نام سے مشہور ہے اور شاہ تلمائی کے عہد میں لکھی گئی ہے، جو بخت نصر کے بعد ہوا ہے، اس میں یوں لکھا ہے کہ شاہ تلمائی نے ایک مرتبہ علماء یہود سے توریت طلب کی، علماء اس کو پیش کرتے ہوئے ڈرتے تھے، اس لئے کہ بادشاہ اس کے بعض احکام کا منکر تھا، چنانچہ ۷۰ علماء یہود نے جمع ہو کر اُن عبارتوں کو بدل ڈالا جن کا وہ منکر تھا، پھر جب ان کا اس تحریف کی نسبت اعتراف موجود ہے تو ایسی کتاب کی کسی ایک آیت پر بھی کس طرح اعتبار واطمینان کیا جا سکتا ہے؟''۔

ملاحظہ فرمائیں، مؤلف مذکور نے تو معاملہ ہی صاف کر دیا، کہ تورات کی کسی ایک آیت پر بھی تحریف ہونے کے بعد اعتماد باقی نہ رہا، یہی تورات آج کل مزید تحریفات کے

ساتھ بائبل میں موجود ہے۔

مفسر ہارسلی کا اعتراف:۔

مفسر ہارسلی اپنی تفسیر کی جلد۳ ص ۲۸۲ پر کتاب یوشع کے مقدمہ میں لکھتا ہے۔

’’یہ بات کہ مقدس متن میں تحریف کی گئی ہے، یقینی اور شبہ سے بالاتر ہے، نیز نسخوں کے اختلاف سے بالکل نمایاں ہے، کیونکہ مختلف عبارتوں میں صحیح عبارت صرف ایک ہی ہوسکتی ہے اور یہ بات قیاسی بلکہ یقینی ہے کہ بدترین عبارتیں بعض اوقات مطبوعہ متن میں شامل کردی گئیں مگر اس دعوے کی کوئی دلیل مجھ کو نہیں مل سکی کہ کتاب یوشع میں پائی جانے والی تحریفات عہد عتیق کی تمام کتابوں کی تحریفات سے زیادہ ہیں‘‘۔

پھر جلد۳ ص ۲۷۵ میں لکھتا ہے۔

’’یہ بات قطعی طور پر درست ہے کہ بخت نصر کے حادثہ کے بعد بلکہ اس سے کچھ پہلے بھی لوگوں کے پاس عبرانی متن کی جو نقلیں تھیں، وہ تحریف کے لحاظ سے ان نسخوں سے بھی بدترین حالت میں تھیں، جو حضرت عزراء علیہ السلام کی تصحیح کے بعد وجود میں آئے‘‘۔

وارڈ کیتھولک کا اعتراف:۔

وارڈ کیتھولک اپنی کتاب مطبوعہ ۱۸۴۱ء کے ص ۱۷، ۱۸ میں لکھتا ہے۔

’’ڈاکٹر ہمفری نے اپنی کتاب کے ص ۱۷۸ پر کہا ہے کہ یہودیوں کے اور ہام نے عہد عتیق کی کتابوں کے بعض مقامات پر ایسی تحریف کی ہے کہ پڑھنے والوں کو باآسانی پتہ چل جاتا ہے، پھر کہتا ہے کہ یہودیوں نے مسیح کی بشارتوں کو بالکل ہی اڑا دیا ہے، پھر ایک پروٹسٹنٹ عالم نے بیان کیا کہ قدیم مترجم اس کو ایک نہج سے پڑھتا ہے تو موجودہ یہودی اس کو دوسرے طریقہ سے پڑھتا ہے، میری رائے یہ ہے کہ یہودی کاتبوں اور ان کے ایمان کی جانب غلطی منسوب کرنا بہ نسبت قدیم مترجم کی جہالت یا تساہل کی طرف منسوب کرنے کے زیادہ بہتر ہے، اس لئے کہ زبور کی حفاظت مسیح سے قبل بھی یہودیوں کے

یہاں اُن کے گانوں کی بہ نسبت کم تھی''۔

مسٹر کارلائل کا اعتراف:۔

مسٹر کارلائل کہتا ہے۔

''انگریزی مترجموں نے مطلب خبط کر دیا ہے، حق کو چھپایا اور جاہلوں کو دھوکہ دیا اور انجیل کے سیدھے سادے مضمون کو پیچیدہ بنا ڈالا''۔

فیلپس کوادنولس کا اعتراف:۔

فیلپس کوادنولس پادری نے ایک کتاب احمد الشریف بن زین العابدین اصفہانی کی کتاب کے رد میں ''خیالات'' کے نام سے لکھی تھی جو ۱۶۴۹ء میں چھپی ہے، وہ اس کتاب کی فصل نمبر ۶ میں لکھتا ہے۔

''نسخہ قصاعبہ بالخصوص کتاب سلیمان میں بے شمار تحریف پائی جاتی ہے، رب اقیلا نے جو کلیس کے نام سے مشہور ہے، پوری توریت نقل کی، اسی طرح رب یونٹا بن عزیال نے کتاب یوشع بن نون اور کتاب القضاۃ و کتاب السلاطین، کتاب اشعیاء اور دوسرے پیغمبروں کی کتابیں نقل کیں اور رب یوسف نابینا نے زبور و کتاب ایوب وروت اور استر و سلیمان کو نقل کیا ان تمام ناقلین نے تحریف کی''۔

ہورن کا اعتراف:۔

ہورن اپنی تفسیر کی جلد اول کے تتمہ پنجم کے باب ۲ میں لکھتا ہے۔

''پاک نویسوں نے خبر دی ہے کہ ایسے خراب لوگ آئندہ بھی پیدا ہوتے رہیں گے جیسا کہ لوقا نے باب اول اور پولس نے گلتیوں کے نام اپنے پہلے خط کی آیت ۶ تا ۹ میں تھسلنیکیون کے نام دوسرے خط کے باب ۲ کی آیت ۲ میں اس کی تصریح کر دی ہے، چنانچہ حواریوں کے زمانہ کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حواریوں اور ان کے شاگردوں کی طرف منسوب جھوٹی کتابوں کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی تھی، ان کتابوں کو ابتدائی چار صدیوں

کے اہل کتاب نے انجیلوں، خطوط، اعمال اور مشاہدات وغیرہ کے عنوان سے ذکر کیا ہے مگران میں سے پیشتر نابود ہو گئیں، البتہ چند اب تک موجود ہیں‘‘۔

مارٹن لوتھر کا اعتراف:۔

پروٹسٹنٹ فرقہ کا بانی مارٹن لوتھر اپنی کتاب کی ج ۷ ص ۴۷۴ میں لکھتا ہے۔

’’اگر حکومت میرے ہاتھ ہوتی تو میں بے ہودہ اور دغاباز پوپ اور اس کے ماتحتوں کو ان کے خاندان کے سمیت مشکیں کسوا کے سمندر میں پھینکوا دیتا‘‘۔

ملاحظہ فرمائیں مؤلف مذکورہ تحریف کرنے والوں کے بارے میں کس قدر سخت لہجہ اختیار کئے ہوئے ہے۔

تحریف کرنے والے پوپ اور اس کے متبعین کے متعلق اسی جلد میں ص ۴۵۱ میں لکھتا ہے، ’’پوپ اور اس کے متعلقین ایک شریر اور مفسد مکّار و فریب کار گروہ ہے اور بدقماش لوگوں کی ایسی پناہ گاہ ہے جو بڑے بڑے جہنمی شیاطین سے بھری ہوئی ہے کہ اس کے تھوک اور ناک سے بھی شیاطین برآمد ہوتے ہیں‘‘۔

ملاحظہ فرمائیں کہ مؤلف مذکورہ تحریف کے درپے ہونے والوں کے خلاف کیسے سخت الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔

یہ چند حوالے بائبل میں تحریف کے متعلق ذکر کر دیئے گئے ہیں، ان کو مدّ نظر رکھ کر بائبل میں تحریف کے متعلق رائے قائم کرنا آسان ہو جاتا ہے، ان حوالوں کے بعد عیسائی حضرات کا بائبل کے متعلق تحریف سے محفوظ ہونے کا دعویٰ باطل ہو جاتا ہے۔

دعوتِ اسلام:۔

آخر میں ہم مسیحی بھائیوں سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ٹھنڈے دل سے ہماری باتوں پر غور کریں، اور غور کرنے سے یقیناً وہ اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ واقعی دینِ عیسوی میں تحریف ہو چکی ہے، تو آیئے ایسے مذہب اور دین کی طرف جس کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے لیا ہے اور اس کی کتاب کے بارے میں فرمایا ہے ’’اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ

لَحَافِظُوْن'' (ہم نے ہی اس قرآن مجید کو اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں) بائبل میں جگہ جگہ تحریف ہونے کے باوجود بھی حضورؐ کے بارے میں پیشنگوئیاں موجود ہیں، ہمارا یہ موضوع نہیں تھا ورنہ ہم اُن کو بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کرتے، ان پر عمل کرنے سے ہی کسی مسیحی کا ایمان مکمل ہوسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس حقیر سی کوشش کو میری اور میرے والدین اور اساتذہ کی نجات کا ذریعہ بنائے، راہِ حق سے بھٹکے ہوئے اور دینِ اسلام کے بارے میں شکوک وشبہات رکھنے والے کیلئے اس کو تریاق بنائے۔ آمین

صلی اللہ علی خیر خلقہٖ محمدٍ وعلی اٰلہٖ واتباعہٖ الیٰ یوم الدین. آمین

محمد نواز فیصل آبادی